امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ
■ تبصرہ کتاب
■ ۱۹۹۶ء کے بعد کے انتخابات
■ سلطان محمود غزنوی
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں
■ خوبصورت گھر خوبصورت معاشرہ

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 14 مورخہ یکم رشعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۸/اپریل ۲۰۱۹ء روز سوموار

علماء کرام کی ذمہ داریاں

علامہ شبلی نعمانیؒ

علماء کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی قوت پیدا کریں، یعنی تمام ہندوستان کے علماء میں ایک خاص رشتہ اتحاد قائم ہو، تمام علماء ایک دوسرے کے نام سے، مقام سے، حالات سے واقف ہوں، آپس میں خط وکتابت ہو، مہتم بالشان امور میں تمام علماء مشاورت اور استصواب سے کام لیں، کبھی کبھی وہ صرف اجتماع واتحاد کی غرض سے ایک جگہ جمع ہوجایا کریں۔

علماء کے باہمی اتفاق کی نسبت بار بار کہا جاچکا ہے اور اگر مجھ کو بھی یہی کہنا ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ جو مضمون سیکڑوں دفعہ بیان کیا جاچکا ہے میں بھی اسی کا اعادہ کروں، لیکن مجھ کو ایک خاص پہلو کی طرف خیال دلانا ہے۔ اتفاق واتحاد کا جو طریقہ اب تک لوگوں نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام علماء مسائل فقہیہ میں ہم مذہب وہم خیال ہوجائیں اور اس وقت نہایت اعلیٰ درجہ کا اتحاد واتفاق قائم ہوجائے گا۔

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا ایسا اتفاق کسی زمانہ میں کبھی ہوا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک زمانہ میں جب کہ تمام مسلمان کنفس واحدۃ تھے، کیا مسائل میں اختلاف آرا نہ تھا، جس شخص نے صحیح ترمذی مطالعہ کی ہے اور تقریباً ہر مسئلہ کے متعلق اس کے تراجم ابواب دیکھے ہیں، کیونکر اس بدیہی واقعہ سے انکار کر سکتا ہے۔

وضو، تیمّم، قرات اور دیگر واجبات وسنن کے متعلق کیا تمام صحابہ ہر مسئلہ میں متفق الرائے تھے، کون ایسا غلط دعویٰ کرسکتا ہے، لیکن کیا ان اختلافاتِ مسائل کی وجہ سے ان میں کسی قسم کی کدورت تھی؟ کسی طرح کا رنج تھا؟ کسی طرح کی اجنبیت تھی؟ حاشاء للہ کبھی نہیں ہرگز نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اتحاد واتفاق کے لیے یہ ضروری نہیں کہ آپس میں کسی طرح کا اختلاف رائے نہ ہو، اس لیے ہم کو اتفاق واتحاد کے حدود متعین کر لینے چاہئیں، یعنی اختلاف واتفاق کے دائرے الگ الگ ہوں، ایک عالم کو کسی مسئلہ میں دوسرے سے اختلاف ہے تو اختلاف کا اثر اسی مسئلہ تک محدود رہے، یہ نہ ہو کہ اس اختلاف کی وجہ سے اور تمام تعلقات بھی منقطع ہوجائیں، جو اختلاف سے کچھ تعلق نہیں رکھتے، اس کی نہایت عمدہ مثال امام بخاری وامام مسلم کا واقعہ ہے، امام مسلم حدیث معنعن کے شرائط اتصال میں امام بخاری سے اختلاف رکھتے تھے، چنانچہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں امام بخاری کا مذہب بیان کرکے کہا کہ ''یہ مذہب محض لغو اور باطل ہے اور اس قابل نہیں کہ اس کے رد کی طرف توجہ کی جائے'' لیکن باوجود اس کے جب امام بخاری سے ملنے گئے تو نہایت محبت تعظیم سے ان کی پیشانی چومی اور کہا کہ وعنی اقبل رجلک (یعنی اجازت دیجئے کہ آپ کے پاؤں چوموں)

قرون اولی میں اسی اصول پر عمل ہوتا تھا، یعنی اختلاف واتفاق کی جدا جدا حدیں تھیں اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں باوجود اختلاف کے اتحاد واتفاق کا زور پوری طرح قائم تھا، صحابہ بیسیوں مسائل میں مختلف الرائے تھے، لیکن عام اتحاد واتفاق میں اختلاف کا پرتو تک نہ تھا، قرن ثانی اور اوائل قرن ثالث کا بھی یہی حال تھا۔

آج جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی ہے، جس نے ہماری طاقت کو بالکل گھٹا دیا ہے، جس کی وجہ سے گورنمنٹ کی نگاہ میں اس گروہ کی عظمت کم ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے مخالفین کو ہم پر شماتت کا موقع ملا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اختلاف واتفاق کو اصلی حدود پر نہیں رہنے دیتے۔

دوسرا بڑا فرض جو علماء پر ہے وہ اس دہریت اور الحاد کے اثر کا روکنا ہے جو آج کل یورپ میں پھیل کر ہندوستان کی طرف بڑھتا آرہا ہے، غالباً اس مرض کے پھیلنے سے کسی کو انکار نہیں ہے، گفتگو جو کچھ ہے وہ علاج کے طرز وطریقہ میں ہے، لیکن ہم کو اس باب میں زیادہ خوض وفکر کی حاجت نہیں ہے، یہ بیماری پہلے بھی ایک دفعہ اسلامی ممالک میں پھیل چکی ہے اور اطبائے شریعت یعنی علمائے سلف کا علاج اس کے دفع کرنے میں کارگر ثابت ہوا ہے، عباسیوں کا اول اول زمانہ تھا کہ فلسفہ یونانی کا ترجمہ ہوا اور ساتھ ہی چاروں طرف الحاد کی ہوا چل گئی، اکثر فقہاء اور بعض محدثین نے اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ سرے سے فلسفہ پڑھایا نہ جائے، یہاں تک کہ علم کلام کو اس لحاظ سے ممنوع قرار دیا کہ اس میں عقلیات کی آمیزش تھی۔ امام شافعی کا قول ہے کہ حکمی فی اهل الكلام ان يضربو بالجريد ويطاف بهم في القبائل ۔یعنی اہل کلام کے بارے میں میرا یہ فیصلہ ہے کہ ان کو درے لگائے جائیں اور قبائل میں ان کی تشہیر کی جائے اس علاج نے بلحاظ حالت موجودہ کسی قدر فائدہ دیا، یعنی بعض نیک دل فلسفہ پڑھنے سے رک گئے لیکن پورا نفع نہ ہوا، کیونکہ سینکڑوں ہزاروں مسلمان منطق وفلسفہ پر ایسے فریفتہ ہوگئے تھے کہ اس کو بالکل چھوڑ نہ سکے تھے، آخر علماء نے دوسرا علاج سوچا یعنی فلسفہ کے مسائل پر اطلاع حاصل کرکے فلسفہ روکنے لیے علم کلام ایجاد کیا، اس علاج کے مجوز امام غزالی، امام رازی، ابن رشد، قاضی عضد وغیرہ تھے اور واقعی ان کی یہ تدبیر نہایت کارگر نکلی، اسی کا اثر ہے کہ اگرچہ درس نظامیہ میں تمام علوم وفنون سے زیادہ منطق وفلسفہ کی کتابیں زیر درس ہیں، تاہم مذہبی عقائد کو ان سے کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ ہمارے زمانہ میں بھی اسی مرض نے ظہور کیا ہے اور پہلی قسم کا علاج بھی ہوچکا ہے، اب اگر وہ علاج مفید ثابت نہ ہوا تو فبہا ورنہ دوسری قسم کا علاج شروع کیا جائے اور امام غزالی اور امام رازی کی روحیں تازہ کی جائیں۔ ترکی حکومت میں اس ضرورت کو تسلیم کرکے علامہ حسین جسر نے جو تمام روم وشام میں علوم دینیہ وعقلیہ کا استاذ تسلیم کیا جاتا ہے، ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام حمیدیہ ہے، تمام مسلمانوں نے اس تصنیف کی نہایت قدر کی اور خود سلطان المعظم خلد اللہ دولتہ نے علامہ مذکور کو اس کتاب کے صلہ میں بہت کچھ انعامات اور عطیے عنایت کیے، یہ کتاب ترکی زبان میں بھی ترجمہ کی گئی اور عام طور پر اس کا رواج ہوگیا۔

میں نے اس کتاب کو دیکھا ہے اور اگرچہ میرے نزدیک وہ موجودہ ضرورت کے لئے ناکافی ہے، تاہم اس بات سے مسرت ہوتی ہے کہ اس نے ایک عمدہ کام کی بنیاد ڈالی، یہ دوسروں کا فرض ہے کہ اس بنیاد پر مضبوط اور مستحکم عمارتیں بنائیں۔ تیسرا امر جس کی طرف میں علماء کی توجہ مائل کرانا چاہتا ہوں کہ علوم اسلامیہ کے درس وتدریس میں وسعت پیدا کرنا ہے۔

اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ پچاس ساٹھ برس سے ہماری علمی حالت برابر تنزل کی طرف بڑھ رہی ہے، جس درجہ کے علماء پچاس برس پہلے موجود تھے اس زمانہ کے بعد اس درجہ کے علماء نہیں پیدا ہوئے اور زمانہ مابعد میں جس رتبہ کے علماء پیدا ہوئے اس زمانہ کے بعد اس درجہ کے بھی پیدا نہیں ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب، مفتی محمد یوسف صاحب، مولوی فضل حق صاحب جیسے علماء کا پیدا ہونا، اب گویا ناممکن معلوم ہوتا ہے، بلکہ اب تو یہ بھی توقع نہیں کہ مولوی عبدالحئی صاحب مرحوم، مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم، مولانا احمد علی صاحب مرحوم جیسے بزرگ بھی قوم میں پیدا ہوں، تصنیفات کا یہ حال ہے کہ عربی زبان میں اب بہت کم کتابیں لکھی جاتی ہیں، اردو زبان میں جو کتابیں لکھی جاتی ہیں، وہ بھی کچھ محققانہ نہیں ہوتیں، بلکہ صرف چند نزاعی مسئلوں کے متعلق ادھر ادھر کی خوشہ چینی ہوتی ہے، پھر کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ اب علوم عربیہ کی قدر دانی نہیں رہی، اور ان علوم کے پڑھنے والوں کو مناصب اور عہدے نہیں ملتے، لیکن غور سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ اس بات کی وجہ نہیں ہوسکتی۔ خدا کا شکر ہے اور ہم اس پر فخر کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے علم کو کبھی تحصیل دولت کے لیے نہیں پڑھا، علماء کسی زمانہ میں بہت دولت مند یا صاحب جاہ ومنصب نہ تھے، ملا نظام الدین، ملا حسن، ملا کمال، شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب کو کون سی دولت وثروت حاصل تھی۔ لیکن انہیں علم کی دولت نے مال کی دولت سے بے نیاز کردیا تھا، اور اللہ نے ان سبھوں کو عزت وخوشحالی عطا کی، یہ مثال ہے ہمارے لئے۔

دستور کو بچائیے

''دستور جسے بڑے دماغوں نے بنایا تھا، چھوٹے دماغ والے اسے مذاق بنانا چاہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ دستور کے ساتھ یہ مذاق ملک کو کہاں لے جائے گا۔ دستور کی حاکمیت اور انصاف کی برتری جمہوریت کی روح ہے، حملہ آج اسی پر ہے، اگر یہ حملہ کامیاب ہوگیا تو ہندوستان بکھر جائے گا اور ہندوستانی گھاٹے میں رہیں گے۔''

(امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم)

بلا تبصرہ

''اب انتخابات اصولوں اور نظریات کی بنیاد پر نہیں لڑے جاتے ہیں بلکہ ٹیڑھی سے ٹیڑھی چال چل کر لڑے جاتے ہیں، عوام کے لئے آسمان سے تارے توڑ لانے کی باتیں کرنے والی پارٹیاں خود اپنے لئے تارے توڑ لانے میں غلطاں وپیچاں نظر آتی ہیں۔''

(روزنامہ راشٹریہ سہارا ۳۰/مارچ ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں ــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

خیانت وبدعہدی سے بچو:

﴿بے شک اللہ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو حوالہ کردو﴾ (سورۂ نساء:۵۸)

مطلب :اللہ رب العزت نے اس آیت میں اپنے بندوں کو تاکیدی حکم دیا کہ امانتیں ان کے حقدار کے حوالہ کردیا کرو، چاہے وہ مالی ہوں یا غیر مالی، اللہ کے حقوق ہوں یا بندوں کے، یہاں تک کے حیوانات اور اللہ کی دوسری مخلوقات کے واجبات کی ادائیگی کا مسئلہ ہو،یعنی جن کا جو حق ہے اس کو پورا پورا ادا کردیا جائے،اس سے انسانی معاشرہ میں خیر وبھلائی کی فضا قائم ہوگی اور آپس کے تعلقات خوشگوار ہوں گے،اس کے برعکس خیانت وبدعہدی سے فتنہ وفساد کا ماحول بنے گا اور ایک دوسرے پر سے اعتماد ووقار ختم ہوجائے گا۔حضرت امام اوزاعی کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو شر میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے مختلف طبقوں اور افراد میں لڑائی جھگڑا شروع ہوجاتا ہے،ان سے امانت ودیانت ختم ہوجاتی ہے اور تباہی کے دروازے کھل جاتے ہیں،اس لیے امور معاشرت کو درست رکھنے کے لیے امانت کی حفاظت اور دیانت کی پاسداری بے حد ضروری ہے،اس کے بغیر نہ تو کوئی قوم ترقی کرسکتی ہے اور نہ ہی کوئی انسانی سماج پھل پھول سکتا ہے،معاشرہ انسانی میں امن وسلامتی اور حیات انسانی کی نشوونما کے لیے جس طرح امانت ودیانت ضروری ہے،اسی طرح آپس کے معاملات میں صفائی وستھرائی بھی ضروری ہے،اسلام کی رو سے سچ کو چھپانا،یا سچ میں جھوٹ کی آمیزش کرنا نفاق ہے اور منافق قوم وملک کا ہی دشمن نہیں؛ بلکہ عام انسانیت کا بھی دشمن ہے،ماضی میں ملکوں اور سلطنتوں کے درمیان جو فساد اور خون ریزیاں ہوئیں،اگر اس حقیقت کا پتہ چلا جایا جائے تو اسکی تہہ میں جانے سے معلوم ہوگا کہ جھوٹ اور نفاق سب سے بڑی وجہ رہی ہے،اس لیے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کی چند علامتیں بیان کی ہیں،ان میں بداخلاقی،مطلب پرستی اور خیانت ہے،جب انسانی اخلاق بگڑ جاتے ہیں تو ان کی زبان گندی اور اس کے حرکات خفیف ہوجاتے ہیں،ان تمام غیر اخلاقی حرکتوں کے سد باب کے لیے کہا گیا کہ ایمان ویقین کے ساتھ امانتوں کو امانت والے کے حوالہ کرو،اس طرح اس آیت میں پورے دین اور پوری شریعت کا نچوڑ بتادیا گیا۔ارشاد ربانی ہے کہ اے ایمان والو! جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امات میں خیانت کے مرتکب ہو۔

نجات کی صورت:

حضرت عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول نجات کی کیا صورت ہوگی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان پر قابو رکھو، قناعت اختیار کرو اور اپنی غلطیوں پر ندامت کے آنسو بہاؤ۔(ترمذی شریف)

وضاحت :صحابہ کرام نجات اخروی کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتے؛اس لیے اپنے اعمال وکردار سے اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگے رہتے،چنانچہ ایک دفعہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر! قیامت کے دن نجات کی کیا صورت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ زبان پر قابو رکھو،قناعت پسندی کو اپنا شیوہ بناؤ، جب کوئی خطا سرزد ہوجائے تو فورا اللہ سے معافی کے خواستگار بنو۔اب اگر ان تینوں باتوں پر غور کیا جائے تو اس میں اسلام کی روح سامنے آئے گی،پہلی بات یہ ہے کہ زبان کو قابو میں رکھنے سے انسان بہت سے فتنہ وفساد اور بگاڑ سے محفوظ رہے گا،یہ زبان دیکھنے میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے،مگر ہے بہت قیمتی،یہ نرم گفتاری سے دلوں کو جوڑتا بھی ہے اور سخت کلامی سے شیشہ دل کو چکنا چور بھی کرتا ہے،اگر یہی زبان ذکر الٰہی سے تر رہے گی تو باعث نجات ہے اور اگر اس کو بے لگام چھوڑ دیا تو گناہ کا ذریعہ بھی،اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات کے لیے دوسری بات یہ کہی کہ قناعت اختیار کرو،انسان اگر صرف اتنے پر راضی ہوجائے جو اس کی جان بچانے کے لیے درکار ہو اور اطاعت وعبادت میں معین ومددگار ہو تو وہ بے جا حرص وطمع اور لایعنی حرکتوں سے باز رہے گا اور اگر زیادہ کی طلب میں سرگرداں رہا تو مسائل کی گتھیوں میں الجھ کر رہ جائے گا اور صبر وشکر کی نعمت سے محروم رہ جائے گا؛اس لیے قناعت کو اپنا شعار بنائے اور اللہ سے امن وسکون کی دعا کرتا رہے اور اللہ نے جو کچھ عطا کیا ہے، راضی رہے۔ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر تم راحت چاہتے ہو تو قناعت پیدا کرو اور حرص وہوس سے باز رہو۔

اور آخری بات یہ کہی گئی کہ جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو فوراً توبہ وانابت الی اللہ سے دل کے داغ دھبے مٹاؤ۔ایک صحیح حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبہ پڑجاتا ہے، پھر اگر وہ اس گناہ سے الگ ہوجاتا ہے اور استغفار کرلیتا ہے تو وہ دھبہ صاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ کرتا ہے تو اس دھبے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بڑھتے بڑھتے اس کے پورے دل کو گھیر لیتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ نے ذکر فرمایا:﴿کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکتبون﴾یعنی ان کے دلوں پر ان کے کرتوں کا زنگ چھا گیا ہے، پھر وہ سچی توبہ کرتا تو گناہوں کے اثرات ختم ہوجاتے ہی۔التائب من الذنب کمن لا ذنب له ، گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو، کیوں کہ بندہ کے توبہ سے اللہ کو خوشی ہوتی ہے، البتہ توبہ کے بعد نیک کام کرلینا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں، اگر انسان سے کوئی گناہ ہوجائے تو توبہ کرلے اور اس کے بعد کوئی عمل کرے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

نکاح سے قبل لڑکی کو دیکھنا:

لڑکا اور لڑکی کے درمیان رشتہ نکاح طے کرنے کے لیے دونوں کے متعلقین ایک دوسرے کے یہاں جاتے ہیں،لڑکی کو دیکھنے کے لیے لڑکا والوں کی طرف سے اس کے گھر کی عورتوں کے علاوہ مرد حضرات بھی جاتے ہیں،جن میں لڑکا کے والد، بھائی، بہنوئی، چچا، ماموں، دوست وغیرہ ہوتے ہیں،ان سبھوں کے سامنے لڑکی کو سجا سنوار کر پیش کیا جاتا ہے،سب اس کو دیکھتے ہیں،اسی طرح لڑکا کو دیکھنے کے لیے لڑکی والوں کی طرف سے مرد حضرات کے علاوہ خواتین بھی ہوتی ہیں، یہ طریقہ شرعا درست ہے یا نہیں؟ لڑکا خود ہونے والی بیوی کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح ایک دائمی رشتہ ہے،جس کا مقصد شوہر اور بیوی کے درمیان انس ومحبت قائم رکھنا اور دائمی سکون وراحت پیدا کرنا ہے اور بغیر دیکھے رشتہ کرلینے میں اس بات کا غالب امکان ہے کہ یہ رشتہ انس ومحبت کے رنجش ونفرت کا باعث ہوجائے،اس لیے شریعت مطہرہ نے یہ اجازت دی ہے کہ لڑکی دیکھ کر شادی کیا جائے،خواہ لڑکا خود دیکھے یا ممکن ہو تو اپنے گھر کی کسی تجربہ کار عورت کے ذریعہ لڑکی کی پوری ممکنہ کیفیت معلوم کرلے،البتہ لڑکا،لڑکی کی صرف ہتھیلی اور چہرہ ہی کو دیکھ سکتا ہے،اس سے زائد نہیں؛ لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مقصد صرف رشتہ کرنا ہو پریشان کرنا مقصود نہ ہو۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۳۶/۴)

عن جابر رضی اللّٰه عنه قال:قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:إذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الی ما یدعوه الی نکاحها فلیفعل.(سنن ابی داؤد: ۱/۲۸۴، باب الرجل ینظر الی المرأة وهو یرید تزویجها)

قال النووی:وفیه استحباب النظر الیها قبل الخطبة حتی ان کرهها ترکها من غیر ایذاء...واذالم یمکنه النظر استحب ان یبعث امرأة تصفها له وانما یباح له النظر الی وجهها وکفیها فحسب لأنهما لیسا بعورة فی حقه.(مرقاة شرح المشکوٰة:۳/۴۰۸)

لڑکا کی طرف سے اس کے والد، بھائی، بہنوئی وغیرہ غیر محرم حضرات کا لڑکی کو دیکھنا اسی طرح لڑکی والوں کی طرف سے غیر محرم خواتین کا لڑکے کو دیکھنا شرعا صحیح نہیں ہے۔

امر اللّٰه سبحانه وتعالیٰ المؤمنین والمؤمنات بغض الأبصار عما لا یحل للرجل ان ینظر إلی المرأة ولا المرأة إلی الرجل.(تفسیر القرطبی:۱۲/۱۵۱)

موبائل فون پر نکاح:

لڑکا انڈیا سے باہر رہتا ہے اور لڑکی انڈیا میں ہے،دونوں کے درمیان نکاح ہونا ہے،موبائل کے ذریعہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیق

نکاح کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو۔

ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۲۶۶)

اور فون پر نکاح کرنے کی صورت میں ایجاب وقبول کی مجلس ایک نہیں رہتی ہے،لہذا یہ نکاح شرعا صحیح ومنعقد نہیں ہوگا۔

البتہ فون پر نکاح کے صحیح ہونے کی صورت یہ ہے کہ لڑکا بذریعہ فون کسی کو نکاح کا وکیل بنادے اور وہ وکیل شرعی گواہوں کی موجودگی میں لڑکی سے قبول کرائے۔مثلا: زید فون پر حامد سے یہ کہہ دے کہ میرا نکاح راشدہ بنت ــــــ سے کردیجئے،مہر کی مقدار اتنی ہوگی،اب حامد چند گواہوں کی موجودگی میں لڑکی سے بہ حیثیت وکیل یہ کہے کہ آپ کا مہر اتنا طے ہوا ہے، میں نے زید بن ـــ پتہ ـــ کا نکاح آپ کے ساتھ کیا،آپ نے قبول کیا؟ لڑکی قبول کرلے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں ایک ہی آدمی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل خود ہی قبول کرلے،مثلا حامد نکاح پڑھانے والا ہے،اس نے راشدہ بنت ـــ سے اجازت لی کہ میں آپ کا نکاح اتنے مہر کے عوض خالد بن ـــ پتہ ـــ کے ساتھ کردوں؟ لڑکی نے کہا: ہاں! اب یہ لڑکی کا وکیل ہوا،ادھر خالد نے بھی بذریعہ فون حامد سے کہا کہ میرا نکاح راشدہ بنت ـــ سے متعینہ مہر کے عوض کردیجئے،ایسی صورت میں وہ خالد کا بھی وکیل ہوا،اب حامد شرعی گواہوں کی موجودگی میں کہہ دے کہ خالد بن فلاں اور راشدہ بنت فلان دونوں نے مجھ کو وکیل بنایا ہے کہ ان دونوں کا نکاح آپس میں کردوں،لہذا آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے راشدہ بنت فلاں کا نکاح خالد بن فلاں ساکن ـــ ضلع ـــ کے ساتھ اتنے مہر کے عوض کردیا،ان دونوں صورتوں میں نکاح شرعا صحیح ومنعقد ہوجائے گا۔

(ویتولی طرفی النکاح واحد)بایجاب یقوم مقام القبول فی خمس صور کان، کان ولیا أو وکیلا من الجانبین أو اصیلا من جانب ووکیلا أو ولیا من آخر،الخ(قوله ولیا أو وکیلا من الجانبین) کزوجت ابنی بنت اخی أو زوجت موکلی فلانا موکلتی فلانة.(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۳۲۶)فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 14 مورخہ یکم رشعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۸/اپریل ۲۰۱۹ء روز سوموار

گروگرام میں شرپسندی

نفرت، فرقہ پرستی، غنڈہ گردی، ظلم وزیادتی اور عدم مساوات ہندوستان کی اب شناخت بن گئی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ہندوستان کئی سو سال پیچھے چلا گیا ہے، اگر ہندوستان ٹائمز کی اس رپورٹ کو صحیح مان لیں کہ بی جے پی کے دور حکومت میں دہشت گردوں کے حوصلہ بہت بلند ہوئے ہیں اور ماضی کے یو پی اے حکومت کے مقابلہ میں مودی سرکار میں دہشت گردی کے واقعات میں ۴۵ فیصد کا اضافہ ہوا ہے تو بیجا نہ ہوگا اسلئے جب تک اس کرپٹ حکومت سے نجات نہیں ملتی اس وقت تک نہ ملک میں ترقی ہوگی اور نہ ہی یہاں کے باشندوں کی جان ومال کو تحفظ حاصل ہوگا، ذرا غور کیجئے کہ پچھلے دنوں برادران وطن ہولی کے جشن میں ڈوبے ہوئے تھے کہ عین اسی دن گروگرام کے موضع دھماس پور گاؤں میں کچھ اوباشوں اور غنڈوں نے ایک مسلم خاندان کے گھر میں گھس کر ظلم وبربریت اور درندگی کی انتہا کر دی اور اس کے سارے حدود کو توڑ دیا۔

بات صرف اتنی سی تھی کہ محلے کے کچھ مسلم جوان اور بچے اپنے ہی گھر کے قریب کسی میدان میں کرکٹ کھیل رہے تھے کہ اچانک دو موٹر سائیکل سوار ہولی کھیلتے ہوئے آدھمکے اور انہیں ان غنڈوں نے زدوکوب کرنا شروع کر دیا یہ بچے اپنی جان بچانے وہاں سے گھر بھاگے، غنڈوں نے ان بچوں کا پیچھا کیا اور زبردستی گھر میں گھس گئے اور لاٹھی ڈنڈوں سے انہیں بری طرح زخمی کر دیا، گھر کی خواتین تک کو نہیں بخشا، ان کے ساتھ بھی بدسلوکی کی، اور زخمی تک کر دیا جن کا علاج دہلی کے ایل این جے پی اسپتال میں چل رہا ہے، افسوس کہ محلے کے لوگ تماشائی بنے رہے نہ تو بچانے آئے اور نہ ہی پولیس کو خبر دی جو کہ بڑے شرم اور دکھ کی بات ہے، بعد میں جب اس معاملہ کا ویڈیو سامنے آیا تو لوگوں کی پریشانی بڑھی، اس سے زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ شرپسند اپنی ہوسنا کی کی پیاس بجھا کر ایک نئی کہانی گڑھی کہ ان لڑکوں نے پہلے انہیں گیند سے مارا جس سے سر میں چوٹیں آئیں، تفتیش اہلکار طرفین کے جھگڑوں کا معاملہ اٹھا کر مسئلہ کو ہلکا یا رفع دفع کرنا چاہ رہے ہیں۔

یہ ہے مودی حکومت کے اندر لا اینڈ آڈر کی صورتحال، جو دن بدن ابتر ہوتی جا رہی ہے، متاثرین خوف ودہشت کے سایہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور حکومت کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، ایک سماجی کارکن نے دلچسپی لیتے ہوئے ایف آئی آر درج کرایا ہے، افسوس ہے کہ اس سے پہلے دادری میں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت محمد اخلاق کو شہید کر دیا اور یہ سلسلہ چلتا رہا، کچھ دنوں قبل گروگرام کے ایک پارک میں جمعہ کی نماز پڑھنے سے نمازیوں کو روکا گیا، کچھ دنوں کی بیان بازی کے بعد سبھوں نے خاموشی اختیار کر لی، اس سے اندازہ لگائیے کہ ملک میں نفرت اور تشدد کی جڑیں کتنی گہری ہو چکی ہیں، اور اخوت وبھائی چارگی کس قدر عنقا ہوتی جا رہی ہے، اب حکومت کے عہدیداروں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ظلم کی ٹہنی سدا پھلتی نہیں ہے، ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو رنگ لاتا ہے ایک نہ ایک دن ظلم کی ٹہنی زمیں بوس ہو کر رہتی ہے ان شاء اللہ ۱۷/ویں لوک سبھا الیکشن میں اس کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کے لئے ملک کے قلم کاروں کے ایک گروپ نے نفرت کی سیاست کرنے والوں کے خلاف کھل کر لکھنا شروع کر دیا ہے اور ووٹوں سے آئین وجمہوریت کو بچانے کے لئے متنوع ہندوستان کے لئے ووٹ دینے کی اپیل کی ہے۔

دو نظریاتی جنگ

گذشتہ دنوں کانگریس پارٹی کے صدر مسٹر راہل گاندھی نے ایک انتخابی ریلی میں بہت ہی دلچسپ بلکہ معنی خیز بات کہی، انہوں نے کہا کہ ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا چناؤ گاندھی اور ساورکر کے نظریاتی تصادم کا چناؤ ہے، اصول کی لڑائی ہے، اسکو ہم زیادہ واضح لفظوں میں کہیں کہ انتخاب کے نام پر ملک کے اندر جو صف آرائی ہے اس کے ایک طرف سیکولر طاقتیں ہیں، اور دوسری طرف فرقہ پرست عناصر ہیں، ملک کے رائے دہندگان کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کثرت میں وحدت کا علمبردار یہ ملک سیکولر اور جمہوری رہے گا یا وہ اسے فسطائی آمریت پسند کے حوالہ کر دیں گے۔

یعنی ہندوستان وہ ہندوستان رہے گا جہاں کے لوگ صدیوں سے تہذیبی اکائیوں اور رواداریوں کے ساتھ رہتے آرہے ہیں، یا ساورکر کے ہندو نظریہ پر مبنی ہوگا، جس کی تشکیل تشدد کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے، گاندھی جی کے بہت سارے نظریات سے اختلاف کے باوجود ان کے عدم تشدد کا نظریہ بہرحال ملک کی ترقی اور سالمیت کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ساورکر کا نظریہ موہم سا ہندو راشٹر یہ کا نظریہ ہے کہ وہ ملک کے مختلف طبقات میں منافرت پیدا کر کے ہندو سوسائٹی پر اپنی چودھراہٹ کو یقینی بنانا چاہتا ہے۔

یہ اندیشہ پہلے سے ہی ظاہر کیا جا رہا تھا کہ بی جے پی جو دراصل آر ایس ایس کا ایک حصہ ہے اس کے برسر اقتدار ہونے کے بعد ملک میں فرقہ وارانہ فضا مکدر ہوگی اور گذشتہ مودی حکومت کے پانچ سالہ دور حکومت میں جو کچھ ہوا اس اندیشہ نے صحیح ثابت کر دیا، اس کے دور میں اقلیتوں کے اندر خوف وہراس اور عدم تحفظ کا احساس دو چند ہوا، ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کو تو تار تار کیا ہی گیا ان کے عقیدے اور مذہب کو بھی نشانہ بنایا گیا، یہاں تک کہ ان کو بے وزن وبے وقعت بنانے کی ہر جہت سے کوشش کی گئی، اس نے جمہوری اصول ونظریات سے ہٹ کر برادران وطن کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت کا زہر گھولا، گویا صدر کانگریس نے ایک تیر سے کئی شکار کر کے ووٹروں کی ذہن سازی کرنے کی کوشش کی کہ اگر ملک کی تقدیر وتصویر بدلنی ہے تو کانگریس کا دامن تھامنا ہوگا، لیکن غور کیجئے کہ ملک کی موجودہ غیر یقینی حالات کے لئے کیا کانگریس بھی ذمہ دار نہیں ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ان کے دور حکومت میں جو دادرسی کے دروازے کھلے ہوئے تھے اس کو بی جے پی نے بند کر دیا، جس کی وجہ سے ملک زوال اور پستی کی طرف چلا گیا، اس لئے کانگریس کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طرز عمل میں تبدیلی لائے اور اپنے کھوئے ہوئے وقار واعتبار کو دوبارہ بحال کرے۔

ہوش مندی اور حکمت عملی کی ضرورت

اس وقت ملک میں ۱۷/ویں لوک سبھا الیکشن کی گہما گہمی ہے اس لئے سیاسی لیڈروں کی وفاداری کے پیمانے بھی بدل رہے ہیں اور سوچنے سمجھنے کے نظریے بھی، یہ کم وبیش ہر الیکشن کے موقعہ پر ہوتا ہے کہیں علاقہ کے نام پر، کہیں برادری کے نام پر سیاسی مفادات کی بنیاد پر سیاسی بازیگری ہوتی ہے، ایسے موقعہ پر ہم کو چاہئے کہ اختلاف وانتشار سے بچتے ہوئے سیاسی حکمت عملی اختیار کریں اور سیکولر طاقتوں کو فروغ دینے کی جدوجہد کریں، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے ملک کی آبادی مذہب، عقیدہ، تہذیب وثقافت اور زبان وعلاقہ کے اعتبار سے بہت متنوع ہے اور جب ہم سب اخوت، ہم آہنگی اور یک جہتی کا مظاہرہ کریں گے تو آئین ودستور محفوظ رہے گا، اور ہم بھی سکون کے ساتھ رہیں گے، اس حقیقت کو ہمیں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جس طرح ہم ایک خاندان کے افراد ہیں اسی طرح ہم ایک بڑے خاندان یعنی ملک کے بھی رکن ہیں، اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں گھر ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہیں، ایک کی ترقی سے دوسرے کی ترقی واستحکام وابستہ ہے، ملک کے کچھ مٹھی بھر عناصر یہاں کی تہذیبی شناخت کو مٹانے کے درپے ہیں وہ اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو یکسر ختم کرنا چاہتے ہیں، اور مسلمانوں کے اندر سیاسی انتشار پیدا کر کے ملک کی اعلیٰ اخلاقی اقدار پر قدغن لگانے کی کوشش کر رہے ہیں، ہم ان کے ہرگز شکار نہ ہوں، نہ تو اپنے ووٹ کو تقسیم ہونے دیں اور نہ ہی اختلاف وانتشار کے شکار ہوں۔

اس ملک میں مسلمان مجموعی آبادی کا بیس سے پچیس فیصد ہے اور یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ اگر مسلمان اپنے انتخابی موقف اور عمل میں یکسو اور متحد ہوں تو وہ فرقہ پرست طاقتوں کو کبھی اپنے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دیں گے اور اگر یہ کہا جائے کہ مسلم ووٹر ملک کے انتخابی عمل میں کنگ میکر کی حیثیت رکھتے ہیں تو غلط نہ ہوگا، اگر وہ حکمت عملی کے ساتھ ووٹ دیں تو وہ کسی بھی سیاسی پارٹی کو تخت پر بھی بیٹھا سکتے ہیں یا پھر تخت اس کے حوالہ کر سکتے ہیں، یہ کوئی بے معنی دعویٰ نہیں ہے، بلکہ ۲۰۱۲ء کے اتر پردیش اسمبلی الیکشن میں انہوں نے جس حکمت عملی سے ووٹ دیا تھا اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے تھے، حالیہ مدھیہ پردیش اور راجستھان وغیرہ کے اسمبلی انتخابات میں حکمت عملی کا ثبوت دیا، اس کے لئے ہمیں اپنے اندر ایک دوسرے کے لئے ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا۔ خودغرضی اور مفاد پرستی کو ترک کرنا ہوگا۔ اور فکر وعمل میں ہم آہنگی پیدا کرنی ہوگی۔

مسلمانوں کی نمائندگی کا مسئلہ

ادھر چند دہائیوں سے لوک سبھا اور ودھان سبھا الیکشن کے ٹکٹوں کی تقسیم میں کوئی بھی سیاسی پارٹی فراخدلی کا مظاہرہ نہیں کر رہی ہے، اس بار بھی پارلیامنٹ کے انتخاب میں تمام پارٹیوں نے اسی روش کو اختیار کیا، حتی کہ سیکولر کہی جانے والی پارٹیاں بھی کئی قدآور مسلم لیڈروں کے ساتھ ناانصافی کی اور ایسی سیٹوں پر جہاں مسلم آبادی کا تناسب ۶۰/سے ۷۰ فیصد تک ہے وہاں بھی ان کی نمائندگی کو نظر انداز کر دیا گیا، غور کیجئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ لوک سبھا کے ۷۵/سیٹوں کے مسلمان حقدار ہیں مگر سیاسی طالع آزماؤں نے وہاں بھی اعتدال وتوازن سے کام نہیں لیا، اور اب ایسا لگنے لگا کہ وہ بھی فرقہ پرست پارٹیوں کی راہ پر چلنے لگے ہیں، جس کا موقف ہمیشہ متضاد رہا ہے۔

بی جے پی نے ۲۰۱۴ء کے الیکشن میں ۷/مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیا تھا اس بار اب تک اسی پارٹی نے کشمیر کی ایک سیٹ چھوڑ کر کسی کو اس قابل بھی نہیں سمجھا، کرناٹک کے بی جے پی رہنما کے اس ایشو پر پانے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مسلمانوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے ہماری پارٹی نے اس کو ٹکٹ نہیں دیا، بی جے پی سے تو ایسی توقع کی جا سکتی ہے مگر جن سیاسی پارٹیوں کا آئین ودستور پر اعتماد واعتبار ہے اگر وہ بھی یہی طرز عمل اختیار کرنے لگیں تو جمہوری قدروں کی پامالی میں اضافہ کا باعث ہوگا، اور یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی گویا ملک کے مسلمانوں کو صرف ووٹ بینک کے طور پر استعمال کر کے ''یوز اینڈ تھرو'' استعمال کرو اور پھینکو کی پالیسی اختیار کرنے لگی ہے، جس کی وجہ سے پارلیامنٹ میں مسلمانوں کی نمائندگی کم ہوتی جا رہی ہے، مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ سیکولر پارٹیوں میں فرقہ پرست ذہنیت کی تعداد بڑھنے لگی ہے جو اپنی پارٹی کو مشورہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو ٹکٹ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر بات یہی ہے تو پھر اصول ونظریات کی جنگ کا نعرہ لگانا بے معنی سا ہو جائے گا، بہرحال جہاں تک مسلم نمائندگی کا تعلق ہے تو صورتحال کچھ حوصلہ افزا نظر نہیں ہے اور ایسے حلقوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں یا جہاں ان کی قابل لحاظ آبادی ہے وہاں سے مسلمانوں کی نمائندگی کا نہ ہونا حیرت انگیز بھی ہے اور افسوسناک بھی، بابا صاحب امبیڈکر کہا کرتے تھے کہ محروم طبقات اور اقلیتوں کے حقوق ومفادات کا تحفظ بغیر جمہوریت کے تصور نہیں کیا جا سکتا اس نصیحت کو کم سے کم سیکولر کہی جانے والی پارٹیاں تو ضرور اختیار کرے، تاکہ ایوانوں میں مسلمانوں کی آواز بلند ہو سکے۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی اور اتباع سنت وشریعت

قطب زماں امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ

حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی ایک بڑے کامل اولیاء کرام میں سے تھے وہ اپنی زندگی میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر سنت پر عمل کیا کرتے تھے، شب وروز میں کوئی دعا ایسی نہیں کہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی ہو اور وہ آپ کو یاد نہ ہو، اور اسے آپ اپنے وقت پر پابندی سے پڑھتے نہ ہوں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تھا کہ جو باتیں آپ کے علم واطلاع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں تھی ان پر آپ عمل نہیں فرماتے تھے، مثال کے طور پر ایک بات مجھے یاد آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار رکعت والی فرض نماز سے پہلے چار رکعتیں سنت کی بھی پڑھی ہیں، اسی بنیاد پر فقہاء لکھتے ہیں کہ ظہر کی فرض سے پہلے تو چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، لیکن عصر اور عشاء سے پہلے بھی چار رکعتیں سنت پڑھنا مستحب ہے اور لوگ پڑھتے ہیں، لیکن حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ عشاء سے پہلے سنت کی چار رکعتیں نہیں پڑھتے تھے، لوگوں کو حیرت تھی کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر احادیث پر عمل کرنے والا شخص عشاء سے پہلے چار رکعتیں سنت کی نہیں پڑھتا، چنانچہ پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ فقہاء لکھتے ہیں، لیکن عشاء سے پہلے چار رکعتیں سنت کی پڑھنا محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا یہ اصول بنا لیا تھا کہ جو حدیث سے ثابت ہے کرو اور جو حدیث سے ثابت نہیں ہے نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اور اسوہ کے بعد آپؐ نے صحابہ کرام کے طریقہ اور اسوہ کو اپنایا کہ جس کام کو صحابہ کرامؓ نے نہیں کیا وہ مولانا فضل رحمانؒ سے بھی نہ ہوگا، اس بیان کی تائید میں ایک واقعہ سنئے۔

خانقاہ رحمانی کے محفوظ تبرکات میں ایک حصن حصین مطبوعہ افضل المطابع بھی ہے اس کے صفحہ ۲۱۲ (متن کتاب کا آخری صفحہ) حضرت مولانا فضل رحمان علیہ الرحمۃ کے دستخط سرخ روشنائی سے ہیں اور اسی صفحہ کے حاشیہ پر حضرت مولانا محمد علی مونگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے حسب ذیل عبارت لکھی ہے، اسے غور سے پڑھئے تو اس سلسلہ کی متعدد باتیں واضح ہوجائیں گی اور تصوف کے مختلف مسائل پر واضح اشارات ملیں گے، عبارت یہ ہے۔

''این نسخۂ متبرکہ بعد معائنہ وتصحیح حضرت مولانا مرشدنا در ۱۲۹۳ھ بایں خاک پا مرحمت فرمودند وقتیکہ بر دستِ مبارک بیعت کردم ودر مسلک ارادتمندان منسلک شدم بعد ارشاد بعضے از اذکار واشغال خواندن ادعیہ این کتاب خصوصا ادعیہ غیر مخصوصہ را کہ در آخر کتاب مذکور اند تاکید فرمودند واجازت ایں کتاب دارند دریں وقت ایں نسخہ موجود نہ بود پس بعد معاودت از سہارنپور کہ برائے سند گرفتن حدیث شریف بخدمت مولانا احمد علی صاحب حاضر شدہ بودم، بخدمت حضرت قدوۃ العرفاء مولانا ومرشدنا کہ نام مبارکش برایں صفحہ بدستخط خاص ثبت است حاضر شدم دراں وقت ایں نسخہ مصححہ عنایت فرمودند، عرض کردم کہ درکلمہ اجازت تحریر فرمانید، ارشاد شد کہ صحابہ براجازت زبانی اکتفامی کردند دریں مرتبہ وقت رخصت اجازت بیعت گرفتن در خاندان نقشبندی وقادری ہم فرمودند عرض کردم کہ ایں خاکپا کجا وایں منصب کجا فرمودند کہ شمارا از چوں وچرا چہ حاصل، آنچہ می گویم برآں عمل کنید وانا العبد الفقیر الراجی الی فضل الرحمٰن الغنی، محمد علی عفی اللہ عنہ۔

ذرا غور فرمایئے کہ لکھ کر اجازت طلب کی جاتی ہے، اس کے جواب میں حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام زبانی اجازت پر اکتفاء کیا کرتے، اجازت نامہ لکھ کر دینا کوئی بری بات نہیں ممنوع نہیں بالکل مباح ہے لیکن وہاں تو یہ جذبہ کام کر رہا ہے کہ ہم تو وہی کام کریں گے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے، یا آپ کے صحابہؓ نے کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے ایسی والہانہ محبت اور حدیث وآثار صحابہؓ سے ایسا مضبوط تعلق کم دیکھنے میں آیا اور کیوں نہ ہو، حضرت مولانا فضل رحمٰن علیہ الرحمہ کا مشرب نقشبندی تھا، اور سنت وآثار پر عمل کرنا، اسی راستہ سے سلوک کے منازل طے کرنا نقشبندیوں کا امتیاز ہے، مشربا نقشبندی ہونے کے باوجود حضرت مولانا شاہ فضل رحمانؒ بعض دفعہ رونی کیف کے باعث بظاہر بے تاب وبے چین ہوجایا کرتے تھے اور شورش کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی، ایک دفعہ فرمایا کہ جانتے ہو کہ اللہ کا ترجمہ ہندی میں کیا ہے؟ خود ہی ارشاد ہوا'' من موہن'' اللہ کو ولہ یلہ سے بھی مشتق کہتے ہیں ''دل کو موہنے والا'' یہ کہتے ہوئے زور سے چیخ ماری ''آہ کی'' مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میری حالت بھی متغیر ہوگئی اور سکون کے بعد دل میں یہ خطرہ آیا کہ نقشبندیوں میں تو ضبط وسکون ہے، یہ شورش کس وجہ سے ارشاد ہوا کہ ''خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں نسبت جذبیہ بھی ہے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے تین برس تک ایک مجذوب کی صحبت میں رہ کر نسبت جذبیہ حاصل کی ہے اس تین برس میں خواجہؒ صاحب کا یہ معمول رہا ہے کہ دو گھنٹہ ہر روزان مجذوب کی خدمت میں رہتے تھے، اس میں گرمی برسات اور جاڑا سب برابر تھا، اگر وہ بیٹھے رہتے تھے تو خواجہ صاحب بھی بیٹھے رہتے تھے، اگر وہ پھرتے تھے تو خواجہ صاحب بھی ان کے ہمراہ پھرا کرتے تھے، خواہ کیسی ہی دھوپ ہوتی، یا کیسا ہی پانی برستا۔''

یہ بھی ارشاد ہوا کہ ''بعض مجذوبوں کی نسبت صحیح ہوتی ہے اور بعض کی صحیح نہیں ہوتی، جن کی نسبت صحیح ہوتی ہے وہ احکام شریعت کا بہت ادب کرتے ہیں''۔ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ۹/ربیع الاول ۱۳۰۰ھ بعد عصر شیخ احمد صاحب مکی قرآن مجید سنانے لگے، حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ فرماتے تھے، جب یہ لفظ پڑھا۔ **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول** ارشاد فرمایا کہ! لفظ اطاعت طوع سے ماخوذ ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی بجا آوری بہ رغبت وخوشی کرو۔''

مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کچھ وردو وظائف کا تذکرہ تھا، میں نے حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ بعد ظہر **انا فتحنا** پڑھنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا، پھر حضرت مونگیری نے عرض کیا! بعد عصر **عم یتسألون** پڑھنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ یہ بھی حدیث میں نہیں ہے۔

مولانا محمد تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور نے کون سا عمدہ عمل فرمایا ہے کہ اس درجہ کو پہونچے، ارشاد ہوا کہ ''سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے۔''

ایک جلسہ میں ارشاد ہوا۔ **فاتبعونی یحببکم اللہ** اس کا ترجمہ کہو، پھر خود ہی فرمایا: ہماری چال چلو تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔''

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ اتباع سنت یہی ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسی طرح کرے گھٹائے بڑھائے نہیں۔'' حضرات نقشبندیہ شغل رابطہ یعنی تصور شیخ کی بھی تعلیم کرتے ہیں اور اس کو نہایت مؤثر اور سہل ترین راہ بتلاتے ہیں، حضرت مولانا محمد علی مونگیری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

''مگر حضرت قدس سرہ بسبب کمال احتیاط کے اس کی تعلیم نہیں فرماتے، میں نے مکرر تصور شیخ کی نسبت دریافت کیا تو فرمایا کہ ہمارے حضرت کے یہاں یہ تعلیم نہیں تھی، شیخ کی محبت اور اس کی اتباع چاہئے، اور محبت کی وجہ سے بے اختیار تصور آجانا اور بات ہے، خود صحابہؓ کو ایسا ہوا تھا، چنانچہ بعض صحابہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا **کانی انظر الی وبیض ساقیہ** گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں حضرت ذیشان نے جو اپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ ذکر بے رابطہ موصل الی اللہ نہیں ہے اور رابطہ بغیر ذکر کے موصل ہوسکتا ہے، اس سے مراد محبت شیخ ہے نہ کہ تصور شیخ، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ حضرت! رابطہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ شیخ سے محبت ہوجانا اور اس کی کیفیت مرید میں آجانا کم یا زیادہ، میں نے عرض کیا کہ تصور شیخ کو رابطہ کہتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تصور یا بے تصور شیخ کی محبت ہونی چاہئے ہم نے کبھی نہیں کیا، ہم تو وہی باتیں کرتے ہیں جو حدیث میں آئی ہیں، اسی سے کلمہ لا الہ الا اللہ جاری رہتا تھا، یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احترام شریعت اور اتباع سنت حضرت مولانا گنج مرادآبادی کی زندگی کا سرمایہ تھا، عشق رسولؐ، اسوہ نبیؐ اور آثار صحابہؓ آپ کی حیات کا محور تھا، اسی کے گرد آپ کی زندگی گردش کرتی رہی، تصوف وسلوک جس کے آپ شیخ کامل اور امام اعظم تھے، وہ بھی شریعت وسنت ہی کی راہ سے طے کراتے، اکثر وبیشتر انہیں وظائف واوراد کی تعلیم فرماتے جو حدیث میں آئے ہیں، اوپر ایسے حوالے گزر چکے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اذکار کے پڑھنے کی اجازت خاص اوقات میں چاہی تو فرمایا کہ حدیث میں نہیں آیا۔

بعض نادان شریعت وطریقت میں فرق کرنا چاہتے ہیں، شریعت کی پابندیوں سے ہٹ کر طریقت کی آزاد راہ الگ نکالنا چاہتے ہیں، لیکن طریقت کے امام مولانا فضل رحمان علیہ الرحمہ تو شریعت وسنت کی اتباع ہی سے سلوک کی راہ طے کرایا کرتے تھے، آپ کے نزدیک تو ولایت کی نشانی یہی تھی کہ شریعت پر عمل بے تکلف ہونے لگے، مولانا سید محمد علیؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ ''حضرت! حالتیں سب کچھ طاری ہوتی ہیں مگر وہ جو بات ہے وہ نہیں ہے۔''

''ارشاد ہوا کہ کوئی آسمان پر اڑنے نہیں لگتا ہے، ولایت اسی کو کہتے ہیں کہ احکام شریعت بے تکلف ہونے لگیں اور افعالِ شریعت ایسے ہوجائیں کہ گویا امور طبعی ہیں۔'' یعنی اس درویش کامل کے نزدیک ولایت کے لئے صرف احکام، شریعت پر عمل ہی کافی نہیں ہے، بلکہ احکامِ شریعت پر اس قدر عمل ہونا چاہئے کہ وہ سالک کے لئے ملکۂ راسخہ بن جائے اور شریعت کے کام طبعی امور کی طرح انجام پانے لگیں۔

حق تعالیٰ نے جن کاموں کی انجام دہی کا حکم دیا ہے ان کی طرف ایسی رغبت کہ اسے انجام دیئے بغیر چین نہ ملے اور جن کاموں سے حق تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ان سے ایسی نفرت کہ اس کے پاس پھٹکنا بھی گوارا نہ ہو، یہ رغبت ونفرت دونوں طبعی قسم کی ہونی چاہیے، حلال وحرام، معروف ومنکر کے علاوہ کچھ چیزیں مشتبہ اور بعض باتیں متشابہات میں سے ہیں، ایسی مشتبہ باتوں سے بھی اجتناب اور پرہیز سالک کا فریضہ ہے، وہ درمیان کی مشتبہ بات اگر حلال ومعروف کی صف میں داخل ہے تو ہر مباح اور ہر حلال پر عمل اور اس کا استعمال ضروری نہیں، اگر انسان کسی مباح پر عمل نہ کرے تو کوئی جرم نہیں، لیکن اگر وہ مشتبہ چیز حرام کی صف میں شامل ہے تو حرام پر عمل یا اس کا استعمال کسی حالت میں بھی مستحسن نہیں، اور پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ سالک کو فتویٰ پر نہیں تقویٰ پر عمل کرنا ہے، فتویٰ تو عام لوگوں کے لئے ہے۔

انیس سو چھیانوے، اور اس کے بعد کے پارلیمانی انتخابات

مولانا مظاہر حسین عماد عاقب قاسمی

انیس سو چھیانوے، انیس سو نوے میں بہار کے اسمبلی انتخاب میں تین سو چوبیس کے ایوان میں ایک سو بائیس سیٹیں جنتا دل کو ملی تھیں اور بی جے پی کو صرف چالیس سیٹیں ہی ملی تھیں اور ان میں سے تقریبا تیس سیٹیں جھارکھنڈی علاقوں سے تھیں، وزیر اعلیٰ لالو پرشاد کمیونسٹ پارٹیوں اور جھارکھنڈ مکتی مورچہ کی مدد سے بڑی خوش اسلوبی سے بہار کی خدمت کر رہے تھے، اور اپنی مخصوص اداؤں اور مزاحیہ انداز سے عوام وخواص میں کافی مقبول ہو رہے تھے، ان کی مقبولیت اور کام کرنے کے انداز سے کئی جنتا دل لیڈران خوش نہیں تھے انہیں میں سے سابق وزیر دفاع جارج فرنانڈیز اور وزیر اعلیٰ بہار نتیش کمار بھی تھے۔

فرنانڈیز بہار کے نہیں تھے بلکہ وہ منگلور کرناٹک کے باشندے تھے ان کے والدان کو وکیل بنانا چاہتے تھے مگر انہوں نے پادری بننے کی تعلیم کو ترجیح دیا چنانچہ وہ پادری کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے بنگلور گئے مگر دو تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی وہ اپنے اساتذہ سے بے زار ہو گئے، اور تلاش معاش کے لیے بمبئی چلے گئے، وہاں ریلوے میں ان کو ملازمت ملی اور وہ وہاں مزدور یونین کے انقلابی لیڈر بن گئے۔ انیس سو سڑسٹھ کے پارلیمانی الیکشن میں چھتیس سال کی عمر میں ممبئی ساؤتھ سے سمیکت سوشلسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کانگریس کے ایک بڑے لیڈر اس کے پاٹل کو ہرا کر کامیاب ہوئے

فرنانڈیز کو کل 147841 ووٹ ملے تھے انہوں نے اپنے حریف پاٹل کو 29434 ووٹوں کے فرق سے ہرایا، مگر چار سال کے اندر ہی یہ جوان انقلابی لیڈر اپنے حلقے میں اتنا غیر مقبول ہو گیا کہ انیس سو اکہتر میں اسے صرف 30377 ووٹ ملے اس بُری ہار کے بعد وہ سولہ سال تک ممبر پارلیمان نہیں بن سکے، انیس سو ستتہر کے انتخاب اور جنتا پارٹی کی لہر میں مظفر پور بہار سے انہیں امیدوار بنایا گیا، اور وہ سال 91، 77، 80، 89 اور 2004 میں مظفر پور سے پانچ بار کامیاب ہوئے، 96، 98، اور 99 میں تین بار انہوں نے نالندہ سے نمائندگی کی، دو ہزار نو تک آتے آتے ان کے سیاسی شاگرد انہیں نظر انداز کرنے لگے وہ دو ہزار نو میں بھی انتخاب لڑنا چاہتے تھے، مگر پارٹی کی طرف سے ٹکٹ نہیں ملا تو بطور آزاد امیدوار ہی کھڑے ہو گئے اور 22804 ووٹ حاصل کر کے چوتھے نمبر پر رہے، تقریبا دس سال تک تنہائی کے عذاب سے جوجتے ہوئے ڈیڑھ ماہ قبل 29 / جنوری 2019 چل بسے، کرناٹک اور بمبئی کے اس لیڈر کو بہار کی بھولی بھالی جنتا نے جو پیار دیا اس کے بدلے میں انہوں نے کیا دیا؟ اپنے سوشلسٹ اصولوں سے سمجھوتہ کر کے بی جے پی جیسی فرقہ پرست پارٹی کی مسیحائی؟

لالو پرشاد یادو سے ناراض جارج فرنانڈیز اور نتیش کمار نے 1994 میں سمتا پارٹی کے نام سے ایک نئی پارٹی بنائی، مگر 1995 کے اسمبلی انتخاب میں تین سو چوبیس رکنی اسمبلی میں سمتا پارٹی کو صرف سات سیٹیں ملیں جب کہ لالو پہلے سے زیادہ طاقتور ہو گئے ان کی قیادت میں جنتا دل نے ایک سو سڑسٹھ سیٹیں حاصل کی تھیں اور یہ گذشتہ بار کی بنسبت پینتالیس زیادہ تھیں۔

انیس سو پچانوے کے بہار اسمبلی کے انتخاب کے نتیجوں نے جارج اور نتیش کو یہ سکھا دیا کہ بغیر بیساکھی کے لالو سے لڑنا ممکن نہیں، اب ان کے پاس دو ہی راستے تھے، کمیونسٹ پارٹیوں کی طرح اپنے اصولوں پر قائم رہو اور الیکشن لڑتے رہو اور سیٹیں ملنے یا نہ ملنے کی پرواہ مت کرو، ملے تو اچھی بات اور نہ ملے تو غم نہیں، ہندوستانی سیاست میں کمیونسٹ پارٹیاں سب سے زیادہ اصول پسند ہیں، جارج اور نتیش کے لیے دوسرا آسان راستہ یہ تھا کہ بی جے پی سے اتحاد کرو اور اس سے دونوں کو فائدہ ہوگا۔ بی جے پی کو بھی عرصے سے بہار میں ایک ساتھی کی تلاش تھی، چنانچہ 1996 کے الیکشن سے قبل سمتا پارٹی اور بی جے پی کا اتحاد ہوا اور اس اتحاد کا فائدہ سمتا کو کم اور بی جے پی کو زیادہ ہوا، سمتا کو بہار سے چھ سیٹیں ملیں اور ایک ایک یوپی اور اڑیسہ سے ملیں، جب کہ بی جے پی کو پہلے کے مقابلے تیرہ سیٹوں کا اضافہ ہوا، اسے اس بار بہار میں کل اٹھارہ سیٹیں ملیں تھیں، جنتا دل کو بائیس، سی پی آئی کو تین، کانگریس کو دو، جے ایم ایم کو ایک، اس پی کو ایک، اور آزاد کو ایک سیٹ ملی تھی متحدہ بہار میں کل چوّن سیٹیں تھیں اب بہار میں چالیس جب کہ جھارکھنڈ میں چودہ سیٹیں ہیں میں جب ہندوستانی سیاست کا مطالعہ کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ بعض سوشلسٹ لیڈروں نے کانگریس، اور لالو پرشاد وغیرہ کی اندھی مخالفت میں ہندوستان کو بہت نقصان پہونچایا ہے۔

انیس سو چھیانوے کے الیکشن میں بی جے پی ایک سو اکسٹھ سیٹیں حاصل کر کے پارلیمان میں سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری اور ایک سو چالیس سیٹیں حاصل کر کے کانگریس دوسرے نمبر پر تھی،

مسلمانوں نے کانگریس کو بابری مسجد کی شہادت اور اس کے بعد ہونے والے فسادات کا ذمے دار سمجھ کر ووٹ نہیں دیا تھا، جنتا دل کو صرف چھیالیس سیٹیں ملی تھیں ان میں سے بائیس بہار سے اور سولہ کرناٹک سے تھیں، یوپی سے جنتا دل کو صرف ایک سیٹ ملی تھی، البتہ ملائم سنگھ کی سماجوادی کو سترہ سیٹیں ملی تھیں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جنتا دل پریوار کو اٹھارہ سیٹیں ملی تھیں گویا ۱۹۹۱ میں جنتا دل کو جو بائیس سیٹیں ملی تھی ان میں سے چار کم ہو گئیں، بہار میں بھی سمتا، بی جے پی اتحاد کی وجہ سے جنتا دل کو نو سیٹوں کا نقصان ہوا تھا، جنتا دل، سماج وادی اور آندھرا پردیش کی تلگو دیشم نے مل کر نیشنل فرنٹ بنایا تھا، جنتا دل کو 46، سماج وادی 17، تلگو دیشم 16، کل 79، لیفٹ یعنی کمیونسٹ پارٹیوں کو کل باون سیٹیں ملی تھیں،

بی جے پی کے سب سے بڑی پارٹی ہونے کی وجہ سے صدر جمہوریہ نے بی جے پی کو سرکار بنانے کی دعوت دی اور اٹل بہاری وزیر اعظم بن گئے، مگر ایوان میں دو سو بہتر ممبران کی حمایت حاصل نہ کر پانے کی وجہ سے تیرہویں دن ہی اٹل جی کو استعفیٰ دینا پڑا۔

جب بی جے پی کی تیرہ دن کی سرکار گر گئی تو دیوے گوڑا وزیر اعلیٰ کرناٹک کی قیادت میں جنتا دل کی سرکار بنی، گیارہ مہینوں کے بعد ہی دیوے گوڑا کو ہٹا کر آئی کے گجرال کو وزیر اعظم بنایا گیا، جنتا دل کی اس حکومت کو کانگریس باہر سے حمایت کر رہی تھی، گیارہ ماہ بعد گجرال کی حکومت ختم ہو گئی، اس لیے کہ کانگریس نے حمایت واپس لے لی تھی، سیکولر پارٹیوں نے اس سے سبق نہیں سیکھا، انیس سو چھیانوے میں بی جے پی کے لوک سبھا میں سب سے بڑی پارٹی بن جانے اور اس کے وزارت عظمیٰ کی کرسی تک پہونچ جانے کے باوجود سیکولر پارٹیوں نے کوئی سبق نہیں لیا، اور وہ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں لگی رہیں۔ کانگریس اس زعم میں رہی کہ وہ دوبارہ انیس سو اسی اور چوراسی کی طرح شاندار طریقے سے واپس آئے گی، جب کہ صرف چھیالیس سیٹیں رکھنے والی جنتا دل نے اپنے سے تین گنا زیادہ سیٹیں رکھنے والی حریف پارٹی کانگریس سے یہ امید کر رکھی تھی کہ وہ بلا شرط آرام سے اسے حکومت کرنے دے گی، مسلسل تیسری بار بھی اکثریت حاصل نہ کر پانے، بلکہ ہر بار پہلے کی بہ نسبت سیٹیں آدھی ہو جانے اور بی جے پی کی مسلسل ترقی کو دیکھتے ہوئے جنتا دل کو چاہیے تھا کہ وہ حکومت سازی کی ضد نہ کرتی اور کانگریس کو حکومت بنانے کے لیے کہتی اور حکومت میں شریک ہوتی تا کہ حکومت مستحکم ہو اور وسط مدتی انتخاب کے بوجھ سے ملک کو بچایا جا سکے۔ جنتا دل کی تشکیل کے ایک سال کے اندر ہی پارٹی میں تقسیم در تقسیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے جنتا دل سے نکلی بعض اہم پارٹیوں کا تذکرہ کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں

1- سماج وادی جنتا پارٹی، اڈوانی جی کو گرفتار کیے جانے اور بی جے پی کے وی پی سنگھ حکومت سے حمایت واپس لے لینے کے بعد ہی 5 / نومبر 1990 کو نائب وزیر اعظم دیوی لال اور جنتا دل کے مشہور لیڈر چندر شیکھر نے یہ پارٹی بنائی جنتا دل کے 143 ممبران لوک سبھا میں سے تقریباً ساٹھ ممبران ان کے ساتھ تھے، کانگریس اور لیفٹ پارٹیوں کی مدد سے سات مہینے گیارہ دن اس پارٹی نے دلی پر حکومت کی، کانگریس کے حمایت واپس لے لینے سے یہ سرکار گر گئی، اس کے بعد جو الیکشن ہوئے اس میں وزیر اعظم چندر شیکھر کے علاوہ کوئی کامیاب نہ ہو سکا، دیوی لال لوک سبھا اور ودھان سبھا دونوں ہار گئے، پارلیمانی اور اسمبلی الیکشن ہارنے کے بعد ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا، " لوک سبھا اور ودھان سبھا ہار گئے تو کیا ہوا، جن سبھا تو ابھی باقی ہے " ان کے اس جملے میں ایک پیغام یہ ہے کہ وہ لوک سبھا اور ودھان سبھا کی ہار سے دل برداشتہ نہیں ہیں اور آج بھی ہمارے ساتھ لاکھوں لوگ ہیں اور ان ہی کی محبت ہماری طاقت ہے، کسی بھی انسان کو کسی بھی ہار سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، کامیابی ملے یا شکست اپنا کام کرتے رہنا چاہیے، دیوی لال دو دسمبر 1989 تا 21 / جون 1991 وی پی سنگھ اور چندر شیکھر کے زمانے میں نائب وزیر اعظم تھے، اس سے قبل وہ ہریانہ کے وزیر اعلی تھے، چندر شیکھر 1 جولائی 1927- 8 جولائی 2007 بلیا اتر پردیش سے 2004 تک کامیاب ہوتے رہے اور اپنی وفات تک ممبر پارلیمنٹ رہے ان کی کامیابی کا راز یہ بھی تھا کہ ملائم سنگھ ان کے خلاف اپنا امیدوار کھڑا نہیں کرتے تھے۔

2- سماج وادی پارٹی 1991 کے اسمبلی الیکشن میں جنتا دل کی شکست اور جے پی کے چار سو چوبیس رکنی یوپی اسمبلی میں دو سو اکیس سیٹیں حاصل کرنے کے بعد 4 / اکتوبر 1992 کو ملائم سنگھ نے یہ پارٹی بنائی، جو آج یوپی کی سب سے اہم پارٹی ہے تقریبا دو سال سے اس پارٹی میں بھی تقسیم کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ آج کل ملائم سنگھ کے کچھ بیانات بھی ایسے آ رہے ہیں جن سے بی جے پی والے خوش ہو جاتے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ ملائم سنگھ کی باتوں کی طرف دھیان نہ دیا جائے اور ان کے بیٹے اکھلیش کی پارٹی کو اصل سماج وادی سمجھا جائے اور سماج وادی اور بی ایس پی گٹھ بندھن کو ووٹ دے کر یوپی کو فرقہ پرستوں سے پاک کیا جائے۔

3-، سمتا پارٹی اس کو لالو پرشاد سابق وزیر اعلی بہار سے ناراض جارج فرنانڈیز اور نتیش کمار وزیر اعلی بہار نے 1995 کے بہار اسمبلی الیکشن سے قبل بنایا تھا، جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ 1996 کے پارلیمانی الیکشن سے قبل اس پارٹی نے بی جے پی سے اتحاد کر لیا تھا، یہ ہندوستان کی پہلی سیکولر پارٹی تھی جس نے فاشسٹ پارٹی بی جے پی سے اتحاد کیا، اور شاید یہ پہلی پارٹی تھی جس نے بی جے پی کی پرخلوص خدمت کی، اس پارٹی کے بہکاوے میں آ کر بہت ساری علاقائی پارٹیوں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بی جے پی کی حمایت کی مگر اس کی قیمت بھی وصول کی اور بڑے بڑے پیکیج حاصل کر کے اس پیکیج سے اپنے عوام کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی، اور اس کی بہترین مثالیں تمل ناڈو کی دونوں بڑی پارٹیاں انا ڈی ایم کے اور ڈی ایم کے ہیں؛ جب کہ سمتا اور جنتا دل یو نے بہار کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔

سلطان محمود غزنوی- اسلامی تاریخ کا گوہر شب چراغ

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی

سلطان محمود بن سبکتگین نوشیرواں عادل کی اولاد سے تھے،ان کے والد امیر سبکتگین تھے،امیر سبکتگین امیر الپتگین کے داماد تھے،الپتگین امرائے دولت سامانیہ سے تھااوراس دولت کی طرف سے ملک خراسان کا سپہ سالار رہ چکا تھا،سامانیہ سے پہلے صفاریہ خود مختار ہوئے،ان کے ہردو کی حکمرانی ماوراء النہر کے علاقہ پر تھی ،دارالسلطنت بخارا تھا،صفاریہ اورسامانیہ حکومتوں نے کابل وقندھار علاقہ وسیع کرلیا،امیر الپتگین مذکور جوامیر ابواللیث سامانی سے خفا ہوکر بخارا سے نکل کر غزنی چلا گیا اور یہاں اپنی حکومت قائم کی تھی،(تاریخ ہندوستان جلداول:۱۴۴)یہ شہر کابل سے پچھتر میل جنوب میں کوہستان بابا کی شاخ گل کوہ پر واقع ہے۔

سبکتگین(۹۷۶ء-۹۹۷ء)الپتگین کی وفات کے بعدنئی سلطنت کا امیر بنا،پنجاب کے راجہ جے پال اورامیر سبکتگین میں وہی پرانے سرحدی تنازع تازہ ہوگئے،پشاور سے جلال آباد تک کا علاقہ جو ملغان کہا جاتا ہے،پنجاب وغزنی کی حکومتوں میں سے کس حکومت کے زیر اثر رہے،آخر پنجاب کے راجہ جے پال نے اس نزاع کا فیصلہ کرنے کے لیےاور سلطنت غزنی کا قصہ پاک کرنے کے لیے ایک طوفانی لشکر لے کر ہاتھیوں پر سوار چلا اوروادی ملغان میں اتر گیا،ادھر سبکتگین اوراس کا نوعمر لڑکا محمود تازہ دم ترکوں کے ساتھ میدان میں آیا،دونوں دادشجاعت دے رہے تھے کہ اچانک برق وباراں کا طوفان امنڈ آیا اورراجہ جے پال کا منصوبہ ہمیشہ کے لیے خاک میں مل گیا،آخر کار صلح ہوگئی اورراجہ جے پال دس لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی دینے پر آمادہ ہوگیا۔یہ تھی پہلی جنگ جس نے ہند کی قسمت کا فیصلہ کردیا تھا۔

’’محمود غزنوی اسلامی تاریخ کا گوہر شب چراغ ہے،وہ جس حیثیت کا فاتح اورکشور کشا تھا،اس حیثیت سے علم دوست اورعلم پرور بھی تھا،وہ خود عالم،شاعراور مصنف تھا،اس کے دربار میں فردوسی شاعر،البیرونی حکیم اوراس کے عہد کے علما اور فضلا کا مجمع رہتا تھا،علم وفضل میں وہ کسی سے کم نہ تھا؛ بلکہ ممتاز فرماں روا تھا،فارسی اس کی مادری زبان تھی،عربی سے بھی واقف تھا،فقہ وحدیث اور عجم وعرب کی تاریخ پوری دستگاہ رکھتا تھا،اس کی حدیث دانی کے متعلق ابن خلکان کا بیان ہے کہ علم حدیث کا بڑا دلدادہ تھا،اس کا سماع کرتا تھا اوراس کے متعلق علما سے سوالات کیا کرتا‘‘۔(ابن خلکان:۸۶/۲)

اس کے بعدراجہ جے پال نے واپس آکر رقم ادا کرنے کے بجائے ان سفیروں کو جورقم لینے آئے تھے،گرفتار کرکے جیل خانہ میں بند کردیا،سبکتگین یہ سنتے ہی بجلی کی مانند تیزی سے ہندوستان کی سمت روانہ ہوا،ادھر راجہ جے پال نے دہلی،قنوج اورکالنجر کی فوجی مدد لی اور مقابلہ کے لیے نکل پڑا،درۂ خیبر اورپشاور کے درمیان لڑائی ہوئی ،ہندی فوجوں نے شکست کھائی اور پشاور تک اٹک پار کے ملک پر غزنی سلطنت کا قبضہ ہوگیا،اب غزنی کے ترکوں کے لیے ہندوستان کا راستہ کھل گیا تھا اوردہلی،کالنجر اور قنوج پر انہیں اپنی ترکتازیوں کا حق تھا،کیوں کہ یہ ممالک دشمن کے ہمنوا تھے۔

محمود اپنے باپ سبکتگین کی وفات کے بعد تخت نشیں ہوا،جس کا منشا اپنی سلطنت غزنی کو وسعت واستحکام دینا تھا،وہ اپنی ۳۳ سال کی حکمرانی میں کامیاب ہوا۔

اس نے اپنے چاروں طرف کی سلطنتوں کو ہلا ڈالا اوراپنی حکومت کے حدود آگے بڑھاتا گیا،اس نے غزنی کی ایک طرف کاشغر کی اسلامی ایلخانین حکومت کو دوسری طرف خود اپنے آقا سامانیوں کی سلطنت اور تیسری طرف دیلمیوں اورطبرستان کی حکومت آل زیاد کومشرقی سمت میں غوریوں کی سرزمین کوجن میں سے کچھ مسلمان ہوچکے تھے پھراسی مشرقی سمت میں ملتان اورسندھ کی عرب حکومتوں کواورادھر لاہور اور ہندوستان کے بعض دوسرے راجاؤں کی سلطنتوں کے کھنڈر پر اپنی عظیم الشان سلطنت غزنی کی بنیاد رکھی۔

محمود کو دوسری سمت سے جب فرصت ملتی ہندوستان پر چڑھ آتا،وہ اپنے دور میں سب سے پہلے ۱۰۰۰ء میں ہندوستان میں داخل ہوا،جنوبی ہند کے جاٹوں کی سرکوبی کی اور چند سرحدی ضلعوں پر قبضہ کیا،دوسرے سال پھر آیا،پشاور کے آگے خیمہ زن ہوا،زورکا رن پڑا،راجہ جے پال نے شکست کھائی اور گرفتار کرلیا گیا،محمود نے بڑھ کر دوسرے شہر ہند پر قبضہ کرلیا،جے پال نے خراج دے کر رہائی حاصل کی اوراپنی سلطنت انند پال کے سپرد کرکے چتا میں بیٹھ کر جل مرا۔۱۰۰۴ء میں سلطان نے بجے رائے والی بھیرہ سے جنگ آزمائی کی،اس نے بھی فرار کی حالت میں خودکشی کرلی اور بھیرہ اوراس کے مضافات سلطنت غزنی میں ملائے گئے،پھر ملتان کے والی ابوالفتوح باطنی نے بجے رائے کی مدد کی ناکام کوشش کی تھی ،۱۰۰۵ء میں محمود اس کو سزا دینے آیا،رائے انند پال ابوالفتوح کی مدد کے لیے آیا،مگر ناکام ہوکر فرار ہوا،ابوالفتوح نے محمود کی اطاعت قبول کرلی۔(تاریخ ہندوستان از ذکاءاللہ:۲۶۸/۱)

محمود نے انند پال کے بیٹے سکھ پال کو بھیرہ کا گورنر بنادیا تھا،وہ اسلام لے آیا تھا،پھر مرتد ہوگیا،محمود ۱۰۰۷ء میں اس کی گوشمالی کے لیے آیا اور حبس دوام کی سزادی،پھر ۱۰۰۸ء میں معرکہ آرائی ہوئی،اس مرتبہ انند پال کی مدد پر اجین،گوالیار،کالنجر،قنوج،دہلی اوراجمیر کے راجہ اور ملتان کے والی داؤد فوجیں لے کر آئے،حب الوطنی کا عام جذبہ پیدا ہوا اور عورتوں نے اپنے زیور بیچ کر چرخے کات کر اورمحنت ومزدوری کرکے لڑائی میں مدد دینے کے لیے روپیہ بھیجا،مگر ہندوستانی راجاؤں کی پچھلی جنگوں کا غبار دل سے دور نہیں ہوا تھا،وہ کسی ایک کی کمان میں فوجوں کو نہ دے سکے،محمود نے راجپوتوں کی اس ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کیا،ہندوستانیوں کے قدم اکھڑ گئے،محمود کے خلاف یہ آخری مشترکہ قومی مظاہرہ تھا،جس میں نہ صرف ہندو بلکہ ہندوستان میں عربوں کی واحد حکومت کا حکمران بھی شریک تھا،مگر ہندوستان کو شکست ہوئی،اس کے بعد رایان ہند یکے بعد دیگرے مغلوب ہوتے گئے اوربیش قیمت خزانے فاتح کے ہاتھ آتے گئے،اس حملہ میں محمود نے نگرکوٹ (کانگڑھ) قلعہ پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد ۱۰۱۰ء میں ابوالفتوح داؤد کا خاتمہ کرنے ملتان آیا اوراس کو گرفتار کرکے لے گیا،اس کے بعد اس نے ۱۰۱۳ء میں راجہ بھیم پال سے قلعہ نندونا لیا،۱۰۱۴ء میں تھانیسر پر قبضہ کیا،پھر ۱۰۱۵ء میں کشمیر کی مہم پیش ہوئی،اس کے بعد ۱۰۱۷ء میں قنوج اور متھرا پر قبضہ کیا،پھر ۱۰۲۰ء میں کشمیر پر دوبارہ حملہ آور ہوا،۱۰۲۱ء میں وہ پورے پنجاب کو غزنی کا صوبہ بنانے کی نیت سے انتظامات کے ساتھ آیا اور پنجاب کا الحاق غزنی سے کرلیا،انند پال کے لڑکے نزلوکن پال کا انتقال ہوچکا تھا،راجہ بھیم اس کا جانشین تھا،وہ پنجاب چھوڑ کر رائے اجمیر کے پاس چلا گیا،جہاں ۱۰۲۶ء میں اس نے وفات پائی۔

محمود نے لاہور کا پہلا حاکم اپنے غلام ایاز کو بنایا،اس کے بعد ۱۰۲۲ء میں گوالیار اور کالنجر کو قبضہ میں لے لیا،پھر ۱۰۲۵ء میں سومنات کا مشہور واقعہ پیش آیا اوراس مہم میں گجرات کی فتح کی تکمیل ۱۰۲۶ء میں ہوئی،پھر اسی سال ۱۰۲۶ء میں ملتان کے قزاقوں کی سرکوبی کی اور ۱۰۲۷ء میں جاٹوں کی چھیڑ چھاڑ کا بدلہ لینے کے لیے آیا اور کامیاب رہا،اس طرح محمود کے براہ راست قبضہ میں پنجاب،سندھ اور ملتان کے صوبے آگئے۔(تاریخ ہندوستان،ذکاءاللہ جلددوم:۲۹۲)

اور کشمیر،قنوج،کالنجر،گوالیار اور گجرات اس کے باج گزار بنے۔

محمود نے پنجاب کو سلطنت غزنی کا ایک صوبہ قرار دیا،اس نے اس صوبہ کے مرکز سے دوردراز ہونے کی وجہ سے یہاں ایک نیا نظم قائم کیا،ایاز کے بعد فوجی اورانتظامات کا اختیار علاحدہ علاحدہ حکام کے سپرد کئے،انتظامی امور ابواسمن علی المعروف بہ قاضی شیرازی کے سپرد کئے اور سپہ سالاری کے عہدہ پر علی اری یارک کو مامور کیا،لیکن گورنر اور سپہ سالار دونوں کا ایک دوسرے سے سروکار نہ رکھا،یہ دونوں براہ راست غزنی کے ماتحت تھے اور پرچہ نویسی پر ابوالحکم نام کے ایک افسر کو مقرر کیا۔

اگرچہ محمود نے ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھا،اس کو غزنی پیارا تھا اوراسی کو اس نے آباد کیا،تاہم ہندوستان سے اس کو ایک رابطہ پیدا ہوچکا تھا،ہندوستان کے جنگی ہاتھیوں پر اس کو ایسا ناز تھا کہ وہ خلیفہ بغداد کو بھی اعتماد پر دھمکی دینے سے باز نہ آیا۔ اس نے اپنی ساری عمر میں کبھی کسی ایک ہندو کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا اور نہ امن کی حالت میں کسی ایک مندر کو توڑنے اور بت شکنی کرنے کا کوئی واقعہ پیش آیا،اس نے ہندوستانی مقبوضات کے لیے اپنا سکہ ہندوی زبان میں جاری کیا اوراپنی فوج میں ہندوؤں کو معزز عہدوں پر بھی سرفراز کیا،ہندورا ؤاس کی فوج کا اعلیٰ افسر تھا،تولک بھی رکن سلطنت تھا۔

محمود غزنوی اسلامی تاریخ کا گوہر شب چراغ ہے،وہ جس حیثیت کا فاتح اورکشور کشا تھا،اس حیثیت سے علم دوست اورعلم پرور بھی تھا،وہ خود عالم،شاعراور مصنف تھا،اس کے دربار میں فردوسی شاعر،البیرونی حکیم اوراس کے عہد کے علما اور فضلا کا مجمع رہتا تھا،علم وفضل میں وہ کسی سے کم نہ تھا؛ بلکہ ممتاز فرماں روا تھا،فارسی اس کی مادری زبان تھی،عربی سے بھی واقف تھا،فقہ وحدیث اور عجم وعرب کی تاریخ پوری دستگاہ رکھتا تھا،اس کی حدیث دانی کے متعلق ابن خلکان کا بیان ہے کہ علم حدیث کا بڑا دلدادہ تھا،اس کا سماع کرتا تھا اوراس کے متعلق علما سے سوالات کیا کرتا۔(ابن خلکان:۸۶/۲)

ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ علماء اوراصحاب کمال کا قدردان تھا،ان کا اعزاز واکرام اوران کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا،دوردور سے علماء آکر اس کے دربار میں جمع ہوگئے تھے،جنہوں نے اس کے لیے کتابیں بھی لکھیں۔(کامل ابن اثیر:۲۶۱/۹)

شیخ محی الدین عبدالقادر جواہر مغلیہ میں لکھتے ہیں:محمود ممتاز فضلا میں تھا،فصاحت وبلاغت میں یگانہ تھا۔(جواہر مغلیہ:۱۵۷/۲)ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے کہ محمود بڑا ذکی،دوررس اورصائب الرائے تھا،اس کی مجلس علما وفضلا کا مرجع تھی۔(شذرات الذہب:۲۲۰/۳) شیخ محی الدین عبدالقادر نے امام مسعود کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فقہ،حدیث،خطبات اوررسائل میں محمود کی تصانیف ہیں اوراس کے اشعار بھی اچھے ہوتے ہیں۔(تاریخ الفسٹن ترجمہ اردو:۵۵)اس کی مشہور تصنیف التفرید ہے،جو فقہ حنفی سے متعلق ہے،اس میں ساٹھ ہزار مسائل ہیں،فتاویٰ تاتارخانیہ میں اس کا حوالہ موجود ہے۔تاریخ الفسٹن میں ہے:

محمود کے فخر واعزاز کا واقعی سبب یہ تھا کہ سپہ سالاری اور بہادرانہ زندگی کے باوجود علوم وفنون کے ترقی دینے میں بڑا سرگرم تھا اور یہ اس کے دور کی عجیب وغیرب خوبی تھی اورآج تک کوئی بادشاہ علوم پروری میں اس سے سبقت نہ لے جاسکا،باوجودیکہ محمود نہایت کفایت شعار تھا،مگر علوم وفنون کے باب میں بڑا فیاض واقع ہوا تھا،اس نے خاص غزنی میں ایک بہت بڑا مدرسہ تعمیر کرایا اورمختلف زبانوں کی عجیب وغریب کتابیں جمع کیں،اس مدرسہ کے اخراجات کے لیے اس نے بہت سارو پیہ مقرر کیا اورطلبہ اورارباب کمال کے وظائف کے لیے ایک مستقل فنڈ قائم کیا،ایک لاکھ دینار سالانہ محض علما کے وظائف مقرر کئے،علما ومشاہیر کے ساتھ اس احترام سے پیش آتا تھا کہ اس کے دارالسلطنت میں اتنے ارباب کمال جمع ہوگئے تھے کہ ایشیا کے کسی بادشاہ کو یہ فخر نہ حاصل تھا۔(تاریخ الفسٹن ترجمہ اردو:۵۵)

محمود خود بلند مرتبہ کا شاعر تھا،پاکیزہ مذاق رکھتا تھا،اس نے شاعری کا محکمہ قائم کیا،اس کا عنصری کو ملک الشعراء کا خطاب دے کر افسر مقرر کیا،چارسو شعراء دامن دولت سے وابستہ تھے،اس طرح محمود نے علم وادب اورتہذیب وثقافت کو بلندی پر پہونچانے میں اہم رول ادا کیا اور ۱۰۳۰ء میں داغ مفارقت دیدی۔

ہیومن رائٹس واچ نے کہا؛ گئو رکشا کے نام پر ہونے والے تشدد کے خلاف کارروائی کی جائے

حقوق انسانی کے لئے کام کرنے والی عالمی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کی طرف سے منگل کو جاری ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومت ہند کو نام نہاد گئو رکشا کے نام پر اقلیتوں کو نشانہ بنانے والے محافظ گروہوں کے تشدد کو روکنا چاہیے اور ان پر قانونی کارروائی کرنی چاہیے۔ ہیومن رائٹس نے 104 صفحات پر مشتمل یہ رپورٹ ''Violent Cow Protection in India:Vigilante Groups Attack Minorities'' گائے کے گوشت کا استعمال کرنے اور جانوروں کے کاروبار سے جڑے لوگوں کے خلاف تشدد آمیز مہم چھیڑنے کے لئے حکمراں بھارتیہ جنتا پارٹی کے ممبروں کے ذریعے استعمال کی جانے والی فرقہ وارانہ بیان بازی کے بارے میں بتاتی ہے۔ مئی 2015 سے دسمبر 2018 کے درمیان کم سے کم 44 لوگ مارے گئے جن میں 36 مسلم تھے۔ پولیس نے اکثر حملہ آوروں کے خلاف کارروائی کو مسدود کیا، جبکہ کئی بی جے پی رہنماؤں نے عوامی طور پر حملوں کو صحیح ٹھہرایا۔ ہیومن رائٹس واچ کی جنوبی ایشیا کی ڈائریکٹر میناکشی گانگولی نے تنظیم کی طرف سے جاری ایک بیان میں کہا کہ، ہوسکتا ہے کہ گئو رکشا کا اعلان ہندو رائے دہندگان کو متوجہ کرنے کے لئے شروع ہوا ہو، لیکن یہ بھیڑ کے لئے اقلیتی گروہ پر تشدد آمیز حملے اور ان کے قتل کرنے کی کھلی چھوٹ میں بدل گیا ہے۔ حکومت ہند کو ان حملوں کو اکسانے یا صحیح ٹھہرانے، متاثرین کو قصوروار ٹھہرانے یا ملزموں کی حفاظت پر روک لگانی چاہیے۔

رپورٹ میں 11 معاملوں، جس میں 14 لوگوں کی موت ہوئی، اور چار ہندوستانی ریاستوں- ہریانہ، اتر پردیش، راجستھان اور جھارکھنڈ میں حکومت کے ذریعے کی گئی کارروائیوں کی تفصیل ہے۔ ان ریاستوں کا انتخاب اس لئے کیا گیا کیونکہ یہاں بڑی تعداد میں بھیڑ کے حملوں کے معاملے سامنے آئے تھے۔ واضح ہو کہ 2016 میں، گئو رکشک گروہ نے ایک مسلم مویشی کاروباری اور ایک بارہ سال کے لڑکے کو پیٹ پیٹ کر مار دیا تھا۔ یہ جھارکھنڈ کے جانوروں کے میلہ میں جا رہے تھے۔ ان کی لاش بہت بری حالت میں درخت سے لٹکے پائے گئے تھے۔ لڑکے کے والد جھاڑی میں چھپ کر یہ حملہ دیکھتے رہے، ان کا کہنا تھا کہ، اگر میں باہر نکلتا، تو وہ مجھے بھی مار ڈالتے۔ میرا بیٹا مدد کے لئے چیخ رہا تھا، لیکن میں اتنا ڈر گیا تھا کہ چھپ گیا۔ غور طلب ہے کہ ہندوستان میں زیادہ تر ریاستوں میں گائے ذبیحہ پر پابندی ہے۔ لیکن حال کے سالوں میں، کئی بی جے پی حکومتی ریاستوں نے ایسے سخت قوانین اور پالیسیوں کو اپنایا ہے جو اقلیتی طبقے کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ فروری 2019 میں، حکومت نے گئو رکشا کے لئے ایک نیشنل کمیشن کا اعلان کیا تھا۔

ہیومن رائٹس واچ نے مزید کہا کہ، ان پالیسیوں اور گئو رکشک گروہوں کے حملوں نے ہندوستان کے مویشی کاروبار اور دیہی زرعی معیشت کو برباد کر دیا ہے۔ ساتھ ہی، زراعت اور ڈیری سیکٹر سے جڑے چمڑا اور گوشت امپورٹ کرنے والی صنعت پر بھی اس کا اثر پڑا ہے۔ یہ حملے اکثر ایسے گروہوں کے ذریعے کئے جاتے ہیں جو بی جے پی سے جڑے ہندوتوادی تنظیم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے حملوں کے شکار زیادہ تر مسلم یا دلت اور قبائلی کمیونٹی ہیں۔ ہیومن رائٹس واچ نے کہا ہے کہ ان حملوں پر حکومت کی ناکافی کارروائی ہندوؤں سمیت ان طبقات کو نقصان پہنچا رہی ہے جن کا کاروبار مال مویشی سے جڑا ہوا ہے، ان میں کسان، چرواہے، جانور ٹرانسپورٹر، گوشت کاروباری اور چمڑا صنعت کے مزدور شامل ہیں۔

رپورٹ میں درج تقریباً تمام معاملوں میں، پولیس نے شروع میں تفتیش کو مسدود کیا، کارروائی کو نظر انداز کر دیا یا یہاں تک کہ وہ قتل معاملوں پر پردہ ڈالنے میں بھی شامل رہی۔ راجستھان کے ایک سبکدوش سینئر پولیس افسر نے کہا، پولس کو گئو رکشکوں کے متعلق ہمدردی رکھنے، کمزور تفتیش کرنے اور ان کو کھلی چھوٹ دینے کے لئے سیاسی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان گئو رکشکوں کو سیاسی پناہ اور مدد ملتی ہے۔

تنظیم کے مطابق کئی معاملوں میں، ہندوتوادی گروہوں کے سیاسی رہنماؤں اور بی جے پی کے عوامی نمائندوں نے ان حملوں کا بچاؤ کیا۔ دسمبر میں، اتر پردیش کے بلند شہر میں بھیڑ نے ایک پولیس تھانہ میں آگ لگا دی اور کئی گاڑیوں کو جلا دیا۔ یہ تشدد مبینہ طور پر گئوکشی کے بعد ان کے آثار ملنے کی وجہ سے ہوا تھا۔ بھیڑ کا سامنا کرنے والے ایک پولیس افسر سمیت دو لوگ مارے گئے تھے۔ تشدد کی مذمت کرنے کے بجائے وزیر اعلیٰ نے ان قتل معاملوں کو ''حادثہ'' بتایا اور پھر خبر دار کیا کہ پوری ریاست میں نہ صرف گئوکشی بلکہ غیر قانونی جانوروں کا ذبیحہ ممنوع ہے۔ ایک سینئر پولیس افسر نے کہا کہ جانچ کرنے والے گئوکشی پر قانونی کارروائی کرنے کے لئے پرعزم ہیں۔ انہوں نے کہا، گائے کے قاتلوں کو سزا دلانا ہماری اولین ترجیح ہے۔ قتل اور فساد کا معاملہ فی الحال ہماری ترجیح نہیں۔ میناکشی گانگولی نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ہندوستانی پولیس کے ذریعے بھیڑ کے حملوں کی تفتیش میں مظلوم اور متاثر اقلیتوں پر ہی الزام لگائے جانے کا اندیشہ رہتا ہے کیونکہ پولیس کو سرکاری روابط والے گئو رکشکوں پر کارروائی نہیں کرنی ہوتی ہے۔ مرکز اور ریاست کے افسروں کو اپنے انسانی حقوق کی ذمہ داریوں سے منہ موڑنے کے بجائے بھیڑ کے ذریعے کیے جانے والے قتل معاملوں کے خلاف سپریم کورٹ کی ہدایتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ (بحوالہ دی وائر)

لوک سبھا انتخابات 2019: بہار میں اس وقت کون کتنے پانی میں ہے؟

منیش شانڈلیہ

۲/اپریل کو وزیر اعظم نریندر مودی نے جموئی میں عوامی جلسہ کو خطاب کر کے بہار میں اپنی انتخابی مہم کا آغاز کیا۔ جموئی لوک سبھا حلقے سے مرکزی وزیر رام ولاس پاسوان کے بیٹے اور ایم پی چراغ پاسوان ایک بار پھر سے این ڈی اے کے امیدوار ہیں جبکہ مہا گٹھ بندھن میں یہ سیٹ اپیندر کشواہا کی رہنمائی والی آر ایل ایس پی کے کھاتے میں گئی ہے۔ نریندر مودی نے ۲/اپریل کو ہی اپنا دوسرا عوامی جلسہ گیا میں کیا، جہاں سے بہار کے سابق وزیر اعلیٰ جیتن رام مانجھی مہا گٹھ بندھن کے امیدوار ہیں۔ اس جلسہ میں بہار کے وزیر اعلی نتیش کمار نے بھی نریندر مودی کے ساتھ منچ شیئر کیا اور اس طرح نتیش کمار نے بھی اپنی تشہیر کا آغاز کیا۔ راہل گاندھی اور امت شاہ صوبے میں پہلے ہی انتخابی تشہیر شروع کر چکے ہیں۔ تیجسوی قریب قریب ہر روز ایک ساتھ کئی جلسے کر رہے ہیں۔ اس طرح ہولی کے بعد سے ہی بہار پر الیکشن کا رنگ بڑی تیزی سے چڑھ رہا ہے۔

اس کے پہلے ہولی کے بعد بہار میں دونوں اتحاد نے اپنے اپنے امیدواروں کا اعلان کیا تھا، یہ کام جہاں این ڈی اے نے منظّم طریقے سے کیا، وہیں مہا گٹھ بندھن نے گرتے پڑتے کیا۔ مہا گٹھ بندھن ابھی تک اپنے ۸/ امیدواروں کا اعلان نہیں کر پایا ہے، جبکہ این ڈی اے نے کھگڑیا کو چھوڑ کر اپنے سارے امیدواروں کا اعلان کر دیا ہے۔ ایسے میں آیئے دیکھتے ہیں کہ صوبے کے دونوں اہم اتحاد عوامی جلسے کے لحاظ سے اور امیدواروں کے اعلان کے بعد کتنے پانی میں اور کیوں ہیں؟

انتخابی لڑائی میں فی الحال دونوں اتحاد کی برابر کی حیثیت دکھائی دے رہی ہے۔ دونوں کا پلڑا یکساں دکھائی دے رہا ہے۔ سماجی مساوات کی بنیاد پر دیکھیں تو این ڈی اے نے قریب دو سال پہلے نتیش کمار کو اپنے ساتھ واپس جوڑ کر اضافہ ضرور کیا تھا مگر وقت کے ساتھ مہا گٹھ بندھن نے جیتن رام مانجھی اور اپیندر کشواہا کو این ڈی اے سے توڑ کر اپنے ساتھ ملا کر اور پھر بالی ووڈ سیٹ ڈیزائنر سے رہنما بنے مکیش ساہنی کو اپنے ساتھ جوڑ کر اس کی بھرپائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی آر جے ڈی نے سی پی آئی- ایم ایل کے لئے ایک سیٹ چھوڑ کر ایک حد تک بائیں بازو کی بھی حمایت حاصل کی ہے۔

اتحاد کے مظاہرے میں پچھڑا مہاگٹھ بندھن: گٹھ بندھن کے اندر سیٹ بٹوارے کے آئینے میں دیکھیں تو این ڈی اے نے اکتوبر میں ہی اس سمت میں عوامی طور پر اعلان کر لیڈ لینے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے اعلان پہلے کیا تو اس کی اندرونی کھینچا تانی بھی پہلے سامنے آئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بیتے سال دسمبر میں بہار میں این ڈی اے ایک بار پھر تب ٹوٹا جب اپیندر کشواہا کی آر ایل ایس پی، این ڈی اے سے الگ ہو گئی۔ آر ایل ایس پی کے بعد رام ولاس پاسوان کی ایل جے پی نے بھی آنکھیں تریریں، مگر مول۔ بھاؤ کے بعد اپنے لئے ۶/لوک سبھا اور ایک راجیہ سبھا سیٹ حاصل کر وہ این ڈی اے میں بنی رہی۔

اس کھینچ تان کے بعد مہا گٹھ بندھن کے پاس ایک بہتر تیاری کے ساتھ عوام کے سامنے آنے کا موقع تھا۔ اگر وہ وقت پر، پوری یکجہتی دکھاتے ہوئے ایک ساتھ اپنے تمام امیدواروں کا اعلان کرتے تو وہ اپنی ایسی امیج پیش کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا ہوا نہیں اور اس کی اتحادی پارٹیوں نے گرتے پڑتے سیٹوں اور امیدواروں کا اعلان کیا۔ ابھی تک ۸/سیٹوں پر اس کے امیدواروں کا نام طے ہونا باقی ہے۔ مجموعی طور پر دیکھیں تو این ڈی اے نے اتحاد بنانے، سیٹ بٹوارے سے لے کر امیدواروں کے اعلان کرنے میں بہار سمیت پورے ملک میں بہتر تیاری دکھائی ہے۔ بی جے پی اس معاملے میں زیادہ کشادہ دل اور مصلحت پسند دکھی۔ اس معاملے میں اپوزیشن پورے ملک سمیت بہار میں بھی پچھڑا۔

''تیسرے'' کی موجودگی نے بڑھائی فکر: جہاں تک سیٹ بٹوارے اور امیدواروں کے اعلان کے بعد رہنماؤں کی بغاوت کی بات ہے تو دونوں اتحاد کو تھوڑا بہت اس سے جوجھنا پڑ رہا ہے۔ این ڈی اے کو بیگوسرائے، پٹنہ صاحب، بانکا، کٹیہار جیسی سیٹوں پر اس سے دوچار ہونا پڑا تو وہیں مہا گٹھ بندھن کے سامنے دربھنگہ، کھگڑیا، شیوہر، اورنگ آباد، سیتامڑھی میں ایسے چیلنج پیش آئے۔ لیکن انتخاب کے ماحول میں ایسی ناراضگی اور توقعات کا سامنے آنا فطری ہے اور اتحاد کے دور میں اس کو پورا کرنا کسی بھی پارٹی یا اتحاد کے لئے ممکن نہیں ہے۔ وہیں انتخابی میدان میں کچھ سیٹوں پر ''تیسرے'' کی موجودگی نے بھی دونوں اتحاد کی فکر بڑھائی ہے۔ بیگوسرائے میں سی پی آئی سے کنہیا کمار جہاں دونوں اتحاد کو چیلنج دے رہے ہیں۔ بانکا میں بی جے پی خاتون رہنما اور سابق رکن پارلیمان پتل کماری اتحاد کے ذریعے امیدوار نہیں بنائے جانے کی وجہ سے آزاد امیدوار کے طور پر میدان میں ہیں اور اس سے این ڈی اے امیدوار کی پریشانی بڑھی ہے، اسی طرح مدھے پورہ سے پپو یادو نے وہاں کی لڑائی کو سہ طرفہ بنا دیا ہے، جبکہ جہان آباد سے موجودہ ایم پی ارون کمار کا این ڈی اے سے الگ ہو کر انتخاب لڑنا وہاں کے جے ڈی یو امیدوار کے لئے مشکلیں کھڑی کرے گا۔ اسی طرح دربھنگہ، مدھوبنی، کھگڑیا، شیوہر، سیتامڑھی، بیتیا سیٹوں پر بھی سہ طرفہ مقابلے کا امکان ہے، مگر پوری تصویر نامزدگی کے بعد صاف ہوگی۔

کس پارٹی نے کس کو اپنایا، کس کو چھوڑا: اب یہ دیکھا جائے کہ کس اتحاد نے کس کمیونٹی کو کس طرح سے سادھنے کی کوشش کی ہے اور اس کا کیا اثر ابھی دکھائی دے رہا ہے۔ مانا جاتا ہے کہ اشرافیہ کہی جانے والی ذاتوں کی حمایت بڑے پیمانے پر حال کے سالوں یا دہائیوں میں بی جے پی کو ملی ہے۔ بہار میں ان ذاتوں میں بھومی ہار ذات سب سے بیباک مانی جاتی ہے مگر بی جے پی نے اس بار محض ایک بھومی ہار امیدوار گریراج سنگھ کو میدان میں اتارا ہے، جبکہ اس نے راجپوت سے پانچ اور دو برہمن امیدوار اتارے ہیں۔ ایسے میں زمینی حالات بتاتے ہیں کہ ابھی بھومی ہار بی جے پی سے تھوڑے ناراض چل رہے ہیں۔ مانا جاتا ہے کہ گریراج سنگھ کے بیگوسرائے سے انتخاب لڑنے میں شروعاتی عدمِ دلچسپی کی ایک وجہ ان کی کمیونٹی کی یہ ناراضگی بھی رہی۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ بیگوسرائے اور مونگیر جن سیٹوں پر بھومی ہار امیدواروں کے درمیان مقابلہ ہے، وہاں این ڈی اے کو دقت ہو سکتی ہے۔

اب بات آر جے ڈی کی: امیدواروں کے انتخاب کے لحاظ سے دیکھیں تو لالو کی غیر موجودگی میں کہیں سے ایسا نہیں لگا کہ تیجسوی کی قیادت میں کوئی نیا آر جے ڈی سامنے آ رہا ہے۔ ایک طرف سنگین جرم میں قصوروار قرار دئے گئے رہنماؤں کی بیویوں (سیوان اور نوادہ) کو ٹکٹ ملا تو دوسری طرف امیدواروں میں جوان چہرے تقریباً غائب رہے۔ اپنی پرانی سوچ سمجھ اور حکمت عملی کے تحت ہی اس بار بھی آر جے ڈی نے اپنے کھاتے میں آئی قریب آدھی سیٹوں پر یادو امیدوار اتارے ہیں۔ اپنے کھاتے کی ۲۰/سیٹوں میں سے اس نے ۹/سیٹوں پر (آرا سیٹ پر حمایت سمیت) یادو ہی امیدوار اتارے ہیں۔ اس سب کے بعد بھی ایسا مانا جا رہا ہے کہ امیدواروں کے انتخاب میں مہا گٹھ بندھن نے احتیاط اور سمجھداری کا ثبوت دے کر مقابلے کو برابری پر لا دیا ہے۔ اس کے علاوہ انتخابی تشہیر کے معاملہ میں بی جے پی کا پلڑا بھاری دکھائی دے رہا ہے۔ لالو یادو کے جیل میں رہنے کی وجہ سے مہا گٹھبندھن میں عوام میں مقبول چہروں کی کمی دکھائی دے رہی ہے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

برونائی میں شرعی قوانین کا نفاذ

مشرق بعید کے ملک برونائی میں اسلامی شریعت کے کئی قوانین کا نفاذ کردیا گیا ہے، نئے فوجداری قوانین میں ہم جنس پرستوں کے لیے موت کی سزا رکھی گئی ہے اور اس قانون کا ۳/اپریل سے کردیا گیا ہے۔تفصیلات کے مطابق ان نئے قوانین میں جنسی زیادتی کے ملزم کے لیے بھی موت کی سزا رکھی گئی ہے ۔اسی طرح ناجائز تعلقات، چوری اور ڈکیتی کی شرعی سزائیں بھی متعارف کرائی گئی ہیں۔ہم جنس پرستوں کو سنگسار کرتے ہوئے موت کی سزا بھی دی جائے گی۔تاہم سنگساری کا تعین عدالت کرے گی۔قبل ازیں برونائی میں ہم جنس پرستی کا جرم ثابت ہونے پر دس برس کی سزادی جاتی تھی۔اسی طرح چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزادی جائے گی۔(روزنامہ نئی بات)

کرائسٹ چرچ حملے کے ملزم کی ذہنی حالت کی جانچ کا عدالتی حکم

کرائسٹ چرچ کی دو مسجدوں میں ۵۰/لوگوں کے سفاکانہ قتل کے ملزم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی ذہنی حالت کی جانچ کرائے۔بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق ماہرین اس کی ذہنی حالت کا جائزہ لے کر طے کریں گے کہ آیا اس پر مقدمہ چلایا جائے یا جنونی قرار دیا جائے۔یہ بات ہائی کورٹ کے جج کیمرون مینڈر نے بتائی ہے۔ ۲۸/سالہ آسٹریلیائی برینٹن ٹیرنٹ کو جب کمرہ عدالت میں لایا گیا تو وہاں متاثرین کے گھر والے موجود تھے۔ ملزم ویڈیو لنک کے ذریعہ جیل سے عدالت میں حاضر ہوا تھا۔عدالت میں جب جج نے حکم سنایا کہ ملزم کی ذہنی حالت کی جانچ کی جائے تو ملزم نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ویڈیو لنک کے ذریعہ ملزم جج اور وکیلوں کو دیکھ اور سن سکتا تھا۔جج نے ملزم کو عدالتی تحویل میں بھیجتے ہوئے آئندہ سماعت میں اس کی حاضری کی تاریخ ۱۴/جون مقرر کی ہے۔(قومی آواز)

ہندستان نے پاکستان کے کسی بھی ایف۔16 جنگی جہاز کو نہیں گرایا۔امریکی رپورٹ

امریکی اہلکاروں نے حال ہی میں پاکستان کے ایف۔16 جنگی جہازوں کی گنتی کی اور وہ تعداد میں پورے ہیں۔اس طرح سے یہ بات ہندستان کے اس دعوے کے برعکس ہے جس میں کہا گیا تھا کہ پلوامہ حملہ کے بعد دونوں ملکوں کے مابین انتہائی کشیدگی کے درمیان اس نے پاکستان کے ایک جنگی جہاز کو مار گرایا تھا۔یہ بات ایک رپورٹ میں کہی گئی ہے جسے امریکی جریدے فارن پالیسی نے جمعرات کو اپنی ویب سائٹ پر شائع کی ہے۔فروری میں دونوں ملکوں کے درمیان تنازعہ کے بعد ہندستان نے دعوی کیا تھا کہ پاکستان کی فضائیہ نے ہندستانی فوج کی تنصیبات کو نشانہ بنانے کے لیے کنٹرول لائن پار کی اور اسکے لیے اس نے ایف۔16 جنگی جہازوں کا استعمال کیا تھا۔ثبوت کے طور پر اس نے ایمرام میزائل کے ایک ٹکڑے جیسی کوئی چیز دکھائی، جس کے بارے میں ہندستانی میڈیا کا دعوی تھا کہ یہ صرف پاکستان کے ایف۔16 جنگی جہاز سے ہی داغا جاسکتا تھا۔دوسری طرف ہندوستانی فضائیہ ابھی بھی ایف-16 جہاز کو مار گرانے کے اپنے دعوے پر قائم ہے۔(یو این آئی)

دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف پھیلائی جانے والی نفرت پر اقوام متحدہ کو تشویش

دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف پھیلائی جانے والی نفرت میں اضافہ پر اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل اینٹونیو گوٹریس نے خبردار کیا ہے۔خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق عالمی ادارے کے سربراہ کا یہ بیان نیوزی لینڈ کی مساجد میں ہونے والے دہشت گردی کے حملہ کے ایک ماہ بعد سامنے آیا جس میں ۵۰/افراد ہلاک ہوگئے تھے۔انہوں نے یہ بات مسلم دنیا کی قدیم ترین مذہبی درسگاہ جامعہ الازہر کے دورہ کے موقع پر کہی جہاں انہوں نے جامعہ ازہر کے سربراہ ڈاکٹر احمد الطیب سے ملاقات بھی کی۔

دنیا کی پہلی 5 جی انٹرنیٹ سروس جنوبی کوریا میں شروع

جنوبی کوریا نے 5G انٹرنیٹ سروس متعارف کراتے ہوئے نیا سنگ میل عبور کرلیا۔اس کے ساتھ سیمسنگ نے 5G نیٹ ورک کو سپورٹ کرنے والا پہلا اسمارٹ فون بھی متعارف کرادیا۔(اردو نیوز ڈاٹ کام)

مسجد الحرام کی چھت پر حفاظتی باڑ کی تنصیب کا کام شروع

سعودی عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام کی چھت پر نمازیوں کی حفاظت کے لیے 323 سینٹی میٹر اونچی اور 500 میٹر طویل باڑ لگانے کی تیاری شروع کردی گئی ہے جو رواں سال مئی کے دوران مکمل کرلی جائے گی۔ سعودی خبر رساں ادارے ''سبق'' کے مطابق قائم مقام گورنر مکہ شہزادہ بدر بن سلطان نے باڑ لگانے کے کام کا معائنہ کرنے کے لیے حرم شریف کا دورہ کیا۔باڑ قائم کرنے کا فیصلہ گزشتہ دنوں پیش آنے والے اس واقعے کے تناظر میں کیا گیا ہے، جب ایک زائر نے حرم شریف کی چھت سے مطاف میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرلی تھی۔اسی موقع پر باڑ کی تجویز زیر غور آئی تھی تاکہ نمازیوں کی حفاظت کی جاسکے۔واضح ہو کہ ماضی میں بعض زائرین ذہنی امراض، خاندانی اختلافات اور دماغی توازن کی خرابی کی وجہ سے حرم شریف میں خودکشی کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔(اردو نیوز ڈاٹ کام)

قاہرہ میں نماز جمعہ کے دوران خطیب کا قتل

مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں نماز جمعہ کے دوران بیروزگار مصری نے دھاردار آلے سے خطیب کو قتل کردیا،نمازیوں نے حملہ آور کو قابو کرکے پولیس کے حوالے کردیا۔پولیس پوچھ گچھ اور واردات کے محرکات دریافت کررہی ہے۔یہ واقعہ جامع مسجد عظیم قاہرہ میں پیش آیا جو الجیزہ علاقے میں الامراء اسٹریٹ پر واقع ہے۔(اردو نیوز ڈاٹ کام)

بزنس روزگار وکیریئر

کیا دنیا میں سونے کی قلت ہونے والی ہے؟

گزشتہ دو برسوں سے ایسی سرگوشیاں جاری ہیں کہ دنیا بھر میں دستیاب سونے کے ذخائر میں کمی پیدا ہونی شروع ہوگئی ہے۔کئی ماہرین اور صنعت کاروں سمیت کانوں میں سے سونے نکالنے والی بڑی کینیڈین کمپنی گولڈ کورپ کے سربراہ ایان ٹیلفر بھی کہہ چکے ہیں کہ قیمتی زرد دھات کے حصول کی کوششیں اپنے عروج کو پہنچ گئی ہیں۔ایسا بھی کہا جارہا ہے کہ سونے کے سارے ذخائر کا پتہ لگایا جاچکا ہے اور اب دنیا بھر میں کوئی نیا سونے کا ذخیرہ موجود نہیں ہے۔اسی طرح کان کنی میں ایک ٹن میں سے سونے کی مقدار کا حصول بھی کم ہوگیا ہے۔۱۹۷۰ء میں یہ ایک ٹن میں دس گرام ہوتا تھا اور اب یہ 1.4 گرام فی ٹن ہوگیا ہے۔(قومی آواز)

یو پی ایس سی ۲۰۱۸ء کے امتحان کے نتائج جاری بجنور کے جنید احمد کو تیسرا مقام

یونین پبلک سروس کمیشن ۲۰۱۸ء کے حتمی نتائج جمعہ کے روز جاری کردئے گئے ہیں۔کنشک کٹاریا نے یو پی ایس سی امتحان ۲۰۱۸ء میں پہلا مقام حاصل کیا ہے۔اس کے علاوہ اکشت جین نے دوسرا جبکہ بجنور کے رہنے والے جنید احمد نے تیسرا مقام حاصل کیا۔کنشک کٹاریا اور اکشت جین کا تعلق صوبہ راجستھان سے ہے۔تیسرا مقام حاصل کرنے والے جنید احمد کا تعلق اتر پردیش کے نگینہ بجنور سے ہے۔سرشٹی جینت دیشمکھ نے خاتون زمرے میں پہلا مقام حاصل کیا ہے، فہرست میں ان کا مقام پانچواں ہے، جبکہ چھتیس گڑھ کے نکسل متاثرہ علاقہ دنتے واڑا کی رہنے والی نمرتا جین کو ۱۲/ہویں پوزیشن حاصل ہوئی ہے۔(قومی آواز)

گجرات میں تیس سالوں سے کوئی مسلم امیدوار نہیں جیت سکا لوک سبھا انتخاب

گجرات کی کسی پارلیمانی سیٹ پر آخری مرتبہ ۳۵/سال پہلے کسی مسلم امیدوار کو منتخب کیا گیا تھا، سال ۱۹۸۴ء میں احمد پٹیل کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے۔اس کے بعد سے اب تک متعدد لوک سبھا انتخابات ہو چکے ہیں لیکن کوئی مسلم امیدوار وجیت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔غور طلب ہے کہ گجرات کی کل آبادی کا 9.5 فیصد حصہ مسلمان ہیں۔گجرات میں سال ۱۹۸۴ء میں کانگریس نے احمد پٹیل کو امیدوار بنایا تھا۔ سابق وزیراعظم اندرا گاندھی کے قتل کی وجہ سے کانگریس کے تئیں پیدا ہوئی عوامی ہمدردی کے درمیان انہوں نے انتخاب میں بڑی جیت حاصل کی۔حالانکہ سال ۱۹۸۹ء میں انہوں نے بھروچ سیٹ سے انتخاب لڑا لیکن وہ بی جے پی کے چندو دیشمکھ سے ہار گئے۔اس کے بعد سے آج تک گجرات میں کوئی بھی مسلم امیدوار کامیاب نہیں ہوسکا۔واضح رہے کہ سال ۱۹۶۰ء میں گجرات کا قیام ہوا تھا۔اس کے بعد ہونے والے عام انتخابات میں بناسکانٹھا سیٹ سے مسلم امیدوار زہرہ چاوڑا منتخب ہوئیں۔اس کے بعد ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں احمد پٹیل بھروچ اور احسان جعفری احمد آباد سے منتخب ہوئے۔سال ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں پہلی اور آخری مرتبہ سب سے زیادہ ۲/ارکان لوک سبھا میں پہنچے۔سال ۲۰۱۴ء میں کانگریس نے ۱۵/مسلم امیدواروں کو میدان میں اتارا تھا، ان میں گجرات کا ایک مسلم امیدوار بھی شامل ہے، جبکہ بی جے پی نے کسی بھی امیدوار کو ٹکٹ نہیں دیا تھا۔کانگریس نے اس مرتبہ بھی ایک مسلم امیدوار کو بھروچ سیٹ سے ٹکٹ دیا ہے۔گجرات میں بھروچ سیٹ پر مسلم آبادی سب سے زیادہ ہے۔یہاں 15.64 لاکھ ووٹرس ہیں اور ان میں سے ۲۲/فیصد مسلمان ہیں، یہاں قبائلی ووٹرس کی تعداد ۳۱/فیصد ہے۔اس کے علاوہ احمد آباد (ویسٹ) پر ۲۵/فیصد مسلم ووٹرس۔گاندھی نگر میں واقع جوہاپورہ سب سے زیادہ آبادی والا علاقہ ہے جہاں مسلم آبادی 4 لاکھ سے زیادہ ہیں۔اس مرتبہ گاندھی نگر سے بی جے پی کے صدر امت شاہ میدان میں ہیں۔کانگریس نے ۱۹۶۲ء سے کل ۸ امیدواروں کو میدان میں اتارا لیکن ان میں سے صرف احمد پٹیل ہی ۱۹۷۷ء،۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۴ء میں جیتنے میں کامیاب رہے۔سینٹر آف سوشل اسٹڈیز کی کرن دیسائی نے ٹائمز آف انڈیا سے کہا کہ گجرات میں مسلمان سماجی ہی نہیں بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی پسماندہ ہوئے ہیں۔۲۰۰۲ء کے فسادات کے بعد یہ صورت حال مزید سنگین ہوئی ہے۔''(قومی آواز)

معاشی شعبہ میں مودی حکومت کی ایک اور ناکامی؛ سرکاری خزانہ کے خسارہ میں اضافہ

انتخابی موسم میں مودی حکومت کے لیے ایک اور بری خبر سامنے آئی ہے۔جمعہ کے روز جاری ایک سرکاری اعداد و شمار نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ملک کے سرکاری خزانہ کا خسارہ فروری 2019 کے آخر تک پورے سال کے ترمیم شدہ بجٹ اندازے کے 134.2 فیصد پر پہنچ گیا ہے۔بتایا جارہا ہے کہ سرکاری خزانہ میں رقم جمع کرنے کی رفتار کم ہونے کی وجہ سے یہ خسارہ بڑھا ہے۔کنٹرولر جنرل آف اکاؤنٹس یعنی سی جی اے کے اعداد و شمار کے مطابق اپریل-فروری 19-2018 میں سرکاری خسارہ 8.51 لاکھ کروڑ روپے رہا ہے جو پورے سال کے لیے ترمیم شدہ بجٹ اندازے 6.34 لاکھ کروڑ روپے سے 134.2 فیصد زیادہ ہے۔(قومی آواز)

گوگل کے اشتہاروں پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والی سیاسی پارٹی ہے بی جے پی

گوگل میں اشتہارات پر خرچ کرنے کے معاملے میں بی جے پی نے سبھی سیاسی جماعتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے وہیں اشتہارات پر خرچ کرنے کے معاملے میں کانگریس چھٹے نمبر پر ہے۔رپورٹ کے مطابق سیاسی جماعتوں نے فروری 2019 تک اشتہارات پر 3.76 کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔بی جے پی اشتہارات پر 1.21 کروڑ روپے خرچ کرنے کے ساتھ ہی اس معاملے میں پہلے نمبر پر ہے۔جو کہ گوگل پر کل اشتہار اخراجات کا تقریباً 32 فیصد ہے۔اہم حزب مخالف جماعت کانگریس اس فہرست میں چھٹے نمبر پر ہے، جس نے اشتہارات پر 54100 روپے خرچ کئے ہیں۔(دی وائر)

طب و سائنس

بچوں میں موبائل فون کے استعمال کے مضر اثرات

معصوم بچے موبائل فون اور ٹیبلٹ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں، جنہوں نے بولنا بھی شروع نہیں کیا ہوتا ہے۔ لیکن ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے کہ بچوں میں موبائل فون کے استعمال کی صحیح عمر کا تعین کرنا خود ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ بچوں کی نفسیات کے ایک ماہر کا اس بارے میں کہنا ہے کہ بہت چھوٹی عمر میں موبائل اور ٹیبلٹ کا استعمال بچوں کی نشو ونما پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے اور وہ بہت سی ایسی جسمانی اور ذہنی سرگرمیوں میں ٹھیک سے حصہ نہیں لے پاتے جو زندگی کے اس موقعے پر اُن کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ ان میں تعلیم و تدریس سے لے کر کھیل کود تک متعدد سرگرمیاں شامل ہیں، جنہیں بچوں کی صحت اور سیکھنے کی صلاحیت بہتر بنانے کے لیے ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ ایک ماہرِ نفسیات خاتون سائنسداں کہتی ہیں کہ میرے نزدیک بچوں کے لیے موبائل فون اور ٹیبلٹ کا استعمال شروع کرنے کی صحیح عمر 14 سال ہے، لیکن اس کا انحصار بچوں کے طرزِ عمل اور مختلف چیزوں میں دلچسپی سے ہے۔ یہ عمر کا وہ حصہ ہوتا ہے جب بچے بلوغت میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں اور فطری طور پر اپنے لیے زیادہ آزادی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس بات کا اظہار وہ اپنے رویے اور عادات میں تبدیلیوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ لہذا بچوں کے ہاتھوں میں موبائل دینے سے قبل والدین کو لازمی احتیاط کے سلسلے میں معلومات ضرور حاصل کرنی چاہئے۔ قابل ذکر ہے کہ موبائل فون کا مسلسل استعمال یوں تو ہر عمر کے افراد کے لیے خطرے کا باعث ہوتا ہے۔ مگر بچوں پر اس کے انتہائی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اب جنوبی کورین ماہرین نے بچوں میں مسلسل موبائل فون استعمال کرنے کا ایک ایسا نقصان بتا دیا ہے کہ آپ یقیناً اپنے بچوں کو فون سے دور رکھیں گے۔ برطانوی اخبار ڈیلی میل کی رپورٹ کے مطابق ماہرین کا کہنا ہے کہ ''جو بچے بہت زیادہ موبائل فون استعمال کرتے ہیں، یا فون کو اپنی آنکھوں کے بہت قریب رکھتے ہیں، ان کی آنکھوں میں بھینگا پن آنے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

ماہرین نے اپنی تحقیق سے نتیجہ اخذ کیا کہ مسلسل فون پر نظر رکھنے سے بچوں کی آنکھیں اندر کی طرف مڑنے لگتی ہیں اور بالآخر وہ بھینگے پن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں ان بچوں کی موبائل فون کی عادت ختم کروائی گئی، جس سے ان کی بھینگے پن کی علامات بھی ختم ہو گئیں۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ صارفین کو مسلسل 30 منٹ سے زیادہ موبائل فون کی سکرین پر نہیں دیکھنا چاہیے۔

تازہ سائنسی خبروں کے مطابق یونیورسٹی آف ایلبنی اور یونیورسٹی پٹسبرگ کے کینسر کے شعبے کے سربراہوں نے امریکی ایوان نمائندگان کی قائمہ کمیٹی کو موبائل فون کے نقصانات سے آگاہ کیا ہے اور تجویز دی ہے کہ جس طرح سگریٹ نوشوں کو سگریٹ نوشی کے نقصانات سے خبردار کیا جاتا ہے، اسی طرح موبائل فون کے استعمال کرنے والوں کو بھی اس کے مضر اثرات سے خبردار کیا جانا چاہیے۔ یونیورسٹی آف ایلبنی کے ڈائریکٹر ہیلتھ ڈیوڈ کارپنٹر نے قائمہ کمیٹی کو بتایا کہ موبائل فون کے استعمال پر مزید ریسرچ کی ضرورت ہے۔

یونیورسٹی آف پٹسبرگ کے کینسر انسٹیوٹ کے ڈائریکٹر رونلڈ ہربرمین نے کمیٹی کو بتایا کہ ایسی تمام ریسرچ جو یہ کہتی ہیں کہ موبائل فون کے استعمال کا دماغ میں رسولی پیدا ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بات درحقیت بہت پرانی ہو چکی ہیں۔ انہوں نے کہا ایسی ریسرچ جو یہ کہتی ہے کہ موبائل کے استعمال اور کینسر میں کوئی تعلق نہیں وہ ہفتے میں ایک بار موبائل کے استعمال کو 'کثرت استعمال' سے تعبیر کرتی ہیں، جبکہ موبائل فون کا استعمال انتہائی بڑھ چکا ہے۔ سائنسدانوں نے کہا کہ وہ یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ موبائل فون کا استعمال خطرناک ہے، لیکن وہ یہ بھی ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ موبائل فون کا استعمال بالکل محفوظ ہے۔ ڈیوڈ کارپنٹر اور ڈاکٹر ہربرمین نے کمیٹی کو بتایا کہ موبائل فون استعمال کرنے والے بچوں میں کینسر کا خطرہ کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

ڈاکٹر کارپنٹر نے کہا کہ اس وقت تک انسان کو موبائل فون کے مضر اثرات سے متعلق اتنی ہی معلومات ہیں جو تیس سال پہلے سگریٹ نوشی اور پھیپھڑوں کے کینسر سے تعلق کے بارے میں تھیں۔ کیمٹی کو یورپ اور خصوصاً سکینڈ نیویا ممالک میں موبائل فون کے استعمال پر ہونے والی ریسرچ سے بھی آگاہ کیا گیا۔ موبائل فون کا استعمال سب سے پہلے ناروے اور سویڈن میں شروع ہوا۔ ان ممالک کی تحقیق کے مطابق موبائل فون سے نکلے والی شعاؤں کا انسان کی صحت سے رشتہ ضرور ہے۔ سویڈن میں 2008 میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق موبائل کے کثرت استعمال سے کانوں کے قریب کینسر کے پھوڑے بننے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح رائل سوسائٹی آف لندن نے ایک پیپر شائع کیا ہے، جس کے مطابق وہ بچے جو بیس سال کی عمر سے پہلے موبائل فون کا استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں ان میں انتیس سال کی عمر میں دماغ کے کیسنر کے امکانات ان لوگوں سے پانچ گنا بڑھ جاتے ہیں، جنہوں نے موبائل کا استعمال بچپن میں نہیں کیا۔

آیئے! اب ہم اختصار کے ساتھ اسمارٹ فونس کی شعاؤں کا سائنسی تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اسمارٹ فون کی اسکرین سے چمکدار نیلی روشنی خارج ہوتی ہے تاکہ آپ انہیں سورج کی تیز روشنی میں بھی دیکھ سکیں۔ مگر رات میں یہ روشنی دماغ کو الجھن میں ڈال دیتی ہے کیونکہ یہ سورج جیسی چمک کی نقل ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دماغ ایک ہارمون میلاٹونین کو بنانا چھوڑ دیتا ہے جو ہمارے جسم کو سونے کے وقت کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، اس طرح اسمارٹ فون کی روشنی نیند کے چکر میں مداخلت کرتی ہے اور سونا مشکل تر ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سنگین طبی مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔ نیچر نیورو سائنسز، ہارورڈ یونیورسٹی اور دیگر جامعات و اداروں کی طبی تحقیقی رپورٹس کے مطابق اسمارٹ فونز سے خارج ہونے والی روشنی نیند کے شیڈول میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے جس سے اگلے دن کی یاداشت پر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اسمارٹ فونز کی روشنی کے باعث ایک رات کی نیند خراب ہونے سے اگلے دن طالبعلموں کے لیے اپنے اسباق یاد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، جبکہ طویل المیعاد بنیادوں پر نیند پوری نہ ہونے سے اچھی نیند کا حصول لگ بھگ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ شواہد یہ بھی سامنے آئے ہیں کہ یہ روشنی پردہ چشم کو نقصان پہنچا کر بینائی کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے، جبکہ اس حوالے سے تحقیق کی جا رہی ہے کہ یہ روشنی کہیں آنکھوں میں موتیے کا سبب تو نہیں بنتی۔ مختلف طبی تحقیقی رپورٹس میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اسمارٹ فونز کی روشنی خارج ہونے سے اگر میلاٹونین کی مقدار متاثر ہو تو نہ صرف ڈپریشن بلکہ موٹاپے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح رات کو اسمارٹ فون کی روشنی اور نیند متاثر ہونے سے مثانے کے کینسر میں مبتلا ہونے کے خطرے کا تعلق سامنے آیا ہے۔ موبائل فونز کے استعمال کا سب سے بڑا نقصان جسمانی بیماریوں میں اضافہ ہے۔ اس حوالے سے ماہرین طب بھی گاہے بگاہے مختلف مشورے دیتے ہیں اور خطرات سے آگاہ کرتے آ رہے ہیں۔ اگر ڈاکٹرز کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو موبائل فونز کے بے جا استعمال کی وجہ سے ذہنی دباؤ، پریشانی، دل کی بیماریوں، سردرد، نظر کی کمزوری اور دوسری پوشیدہ بیماریاں سر نہ اٹھائیں۔ مختلف فری کالز اور فری ایس ایم ایس بنڈلز آفرز سے نوجواں نسل ساری ساری رات کالز اور ایس ایم ایس پر لگے رہتی ہیں جس کی وجہ سے نیند پوری نہ ہونے کی صورت میں صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ موبائل کے استعمال سے تعلیم پر گہرا اثر پڑتا ہے، موبائل کمپنیوں کی طرف سے صارفین کے لئے نت نئے اور دلکش لیکچرز کو دیکھ کر تو نہ چاہنے والا بھی موبائل فون کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور یہی ان موبائل کمپنیوں کی چال ہوتی ہے کہ جس سے ان کے نیٹ ورک زیادہ سے زیادہ صارفین استعمال کریں۔ مگر ان پیکجز سے ہماری نوجوان نسل پر انتہائی برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ پھر ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی کثیر تعداد شعبہ تعلیم سے منسلک ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے ان کیلئے موبائل کے استعمال سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ کالجز جہاں موبائل کے استعمال پر کوئی روک ٹوک نہیں پابندی نہیں۔ وہاں طلباء دوران لیکچر ایس ایم ایس یا گیم سے مستفید ہو رہے ہوتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

بہار بورڈ رزلٹ میں رحمانی 30 کے 96 فیصد طلبہ امتیازی نمبرات سے کامیاب

اعلیٰ تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ و طالبات کی تشویشناک حد تک کم ہوتی ہوئی نمائندگی کو دور کرنے کے لیے رحمانی 30 ہر ممکن کوشش کر رہا ہے، تازہ ترین رپورٹ کے مطابق صوبہ بہار کے بارہویں کے امتحان میں رحمانی 30 کے طلبہ و طالبات نے اپنی کامیابی کا پرچم بلند کیا ہے۔ بہار بورڈ کی بارہویں جماعت میں شامل رحمانی 30 کے پچاس میں اڑتالیس طلبہ و طالبات نے ڈسٹنکشن لیول سے کامیابی حاصل کی، صرف دو طلبہ ایسے ہیں جنہوں نے 72 فیصد نمبرات حاصل کیے، ظاہر ہے کہ یہ بھی اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔ طلبہ و طالبات کی اس کامیابی پر رحمانی 30 کے بانی امیر شریعت حضرت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے خوشی کا ظہار کیا اور طلبہ، وطالبات اور رحمانی 30 کے کارکنان و ذمہ داران کو مبارکباد دیتے ہوئے ان کی مزید کامیابیوں کے لئے دعائیں کیں۔ (روزنامہ ہمارا سماج یکم اپریل ۲۰۱۸ء)

دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث مولانا جمیل احمد سکروڑھوی کا انتقال

دارالعلوم دیوبند کے سینئر استاذ حدیث مولانا جمیل احمد سکروڑھوی کا طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا ہے، مولانا مرحوم گزشتہ کافی عرصہ سے انتہائی مہلک مرض میں مبتلا تھے اور ان کا مسلسل ملک کے بڑے ہسپتالوں میں علاج چل رہا تھا، مگر افاقہ نہیں ہو سکا، جس کے باعث انہوں نے دہلی کے جی ٹی بی ہسپتال میں تقریباً ۷۰/ سال کی عمر میں آخری سانس لی، مولانا نرم دل، خوش اخلاق اور بے شمار خصوصیات کے حامل شخصیت کے مالک تھے، چھوٹوں پر شفقت اور طلباء کے ساتھ نہایت مشفقانہ رویہ کے لئے مشہور تھے، مرحوم کے درس کا خاص انداز طلباء میں کافی مقبول تھا، نصف صدی سے درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا مرحوم نے زمانہ تدریس میں درس نظامی کی اہم ترین اور بنیادی کتابوں کی وقیع شروحات بھی لکھیں جن میں ہدایہ کی شرح ''اشرف الہدایہ'' کے نام سے، نورالانوار کی شرح ''قوت الاختیار'' کے نام سے لکھیں اس کے علاوہ بھی ان کی دیگر شروحات طلبہ کے درمیان کافی مقبول رہیں۔ (روزنامہ ہمارا سماج یکم اپریل ۲۰۱۸ء)

مردم شماری 2021 کے لئے نوٹیفکیشن جاری

حکومت نے ملک کی سولہویں مردم شماری کے لئے نوٹیفکیشن جاری کر دی ہے، وزارت داخلہ کی طرف سے جاری نوٹیفکیش کے مطابق سال 2021 میں اگلی مردم شماری کرائی جائے گی، مردم شماری کے لئے ریفرنیس تاریخ 28 فروری 20121 طے کی گئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مردم شماری 20 فروری 20121 کی رات بارہ بجے تک ملک کی آبادی کے اعداد و شمار پر مشتمل ہوگی، جموں و کشمیر، ہماچل پردیش اور اترا کھنڈ کے برفانی علاقوں کے لئے ریفرنس تاریخ 30 ستمبر 2020 کی رات بارہ بجے طے کی گئی ہے۔

دارالعلوم الاسلامیہ میں ختم بخاری شریف کا اجلاس ۱۴/اپریل کو

امارت شرعیہ کے قائم کردہ معروف دینی تعلیمی ادارہ دارالعلوم الاسلامیہ رضا نگر، گون پورہ، پھلواری شریف، پٹنہ میں ختم بخاری شریف کا دسواں عظیم الشان اجلاس مفکر اسلام امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت میں مورخہ ۱۴/اپریل ۲۰۱۹ء روز اتوار کو صبح نو بجے سے منعقد ہوگا۔ اس موقع پر طلبہ دارالعلوم الاسلامیہ کا تقریری پروگرام بھی ہوگا اور حضرت امیر شریعت مدظلہ بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیں گے ساتھ ہی اپنی اسناد کے ساتھ حدیث پڑھنے، پڑھانے اور روایت نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ بزرگوں کا تجربہ ہے کہ اس موقع سے دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس لیے فرزندان توحید سے گذارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر علماء کے خطابات سے مستفید ہوں، اور درس حدیث و دعا کی سعادت سے سرفراز ہوں۔

خوبصورت گھر، خوبصورت معاشرہ

مولانا مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی

اسلام ایک ایسا معاشرہ اورسماج چاہتا ہے، جس میں آدم کا کنبہ امن وامان اور عافیت کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرسکے اور جس مقصد کے لیے پروردگار عالم نے انسان کو زمین پر بھیجا ہے، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کو مناسب ماحول میسر آسکے، ایسا سماج بنانے کی ضرورت ہے کہ ہر ہر شخص اپنے اپنے حقوق وفرائض کو ٹھیک ٹھیک پہچانے اوران کو ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔انسانی معاشرہ مردوعورت کے تعلق سے شروع ہوتا ہے، یہ وہ اکائی ہے جس سے ہمارا سماج تشکیل پاتا ہے، اس لیے اسلام نے مردوعورت کے تعلقات میں بڑا توازن اوراعتدال رکھا ہے اور کیوں کہ حقوق وفرائض کا یہ نظام خوداللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے، اس لیے اس میں عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کالحاظ رکھا گیا ہے، ظاہر ہے ہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ مرد وعورت دونوں کی فطرت، ان کی بناوٹ، ان کے مزاج ورجحان ہر ہر چیز کا خیال رکھ سکے، انسانوں کو پیدا کرنے والا ہی ان تمام چیزوں کا بیک وقت لحاظ رکھ سکتا ہے۔بحیثیت شوہر مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کے جذبات کالحاظ رکھے، اس کواپنا رفیق سمجھتے ہوئے اس کے ساتھ زندگی کا سفر طے کرے، اہل وعیال کے مصارف اپنی حیثیت کے مطابق پورے کرے اورایک ایسا گھر بنانے کی کوشش کرے جس میں رہنے والوں کے اخلاق بہتر سے بہتر ہوں، مرد کو پروردگار نے قوام بنایا ہے، اس کی ذمہ داریاں نہایت اہم ہیں اورنازک بھی۔

دوسری طرف عورت ہے جواپنے مزاج اورطبیعت کے لحاظ سے نزاکت اور لچک رکھتی ہے، قدرت کواسی سے ایک بڑا کام لینا ہے، وہ ہے اولاد کی تربیت اوراپنے گھر کا ایسا انتظام جواس کی خوش سلیقگی کی منہہ بولتی تصویر ہو، وہ مرد کی طاقت بھی ہے اورگھر کا حسن وجمال بھی، آخراس کے وجود سے ہی تصویر کائنات میں یہ رنگ نظر آتے ہیں۔مرد وعورت کے تعلقات میں ہم آہنگی اورخوش گواری کے لیے اسلام نے بڑی اہم ہدایت یہ دی ہے کہ ازدواجی رشتہ طے کرتے وقت دونوں کی دینداری اوررہن سہن میں یکسانیت کالحاظ رکھا جائے،، جس کواسلام کفو کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔

دوسری ہدایت اسلام یہ دیتا ہے کہ ازدواجی رشتہ قائم ہونے کے بعد زوجین ایک دوسرے کی خوبیوں کو زیادہ دیکھیں اورکمزوریوں کونظرانداز کریں، یہ وہ اہم ہدایت ہے جو نہ صرف ازدواجی زندگی میں بلکہ زندگی کے ہرمیدان میں اہمیت رکھتی ہے، جس کو ایڈجسمنٹ کہاجاتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوتا اورنہ ایساممکن ہے کہ ہرانسان کووہ چیز جووہ چاہتا ہے، مکمل حالت میں مل جائے، اس کو بہرحال کچھ چیزوں کو لینا اورکچھ چیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے، بس یہی معاملہ میاں بیوی کے تعلقات کا ہے، کچھ باتیں اچھی لگتی ہیں اور کچھ ناپسند ہوتی ہیں، کوشش کی جاتی ہے کہ اچھائیوں کو لیا جائے، کمزوریوں کونظرانداز کردیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ شادی کے رشتے میں سب سے بڑی قربانی عورت کی ہے، وہ اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن اوراپنے اس گھر کو چھوڑ کر مرد کی خانہ آبادی کا سامان بنتی ہے، جہاں وہ پیدا ہوئی، پلی بڑھی، ماں باپ کی شفقت اور بھائی بہنوں کی محبت کے سائے میں پروان چڑھی۔

یہ بالکل فطرت کے تقاضے کے مطابق ہے کہ مردوعورت ایک دوسرے کے ساتھی ہونے کے باوجودان کا دائرہ کار ایک دوسرے سے الگ ہے، مرد کا دائرہ کار باہر کی زندگی ہے، کمانا، محنت کرنا، جدوجہد اس کے جسم کی اورفطرت کی بناوٹ کے عین مطابق ہے۔

عورت کا دائرہ کار بنیادی طور پراس کا گھر ہے، چراغ خانہ اپنے ہنراورسلیقے سے گھر کوایسا روشن کرے جودونوں کے لیے نہ صرف ایک گھر بلکہ خوشگواراور پرمسرت زندگی کی جنت بن جائے، فرصت کے اوقات میں وہ اپنے پاکیزہ ماحول میں سوشل اورسماجی کام بھی کرسکتی ہے، جس میں اس کی نسوانیت کو ٹھیس نہ لگے۔ایسے خوبصورت گھروں سے مل کر ایسا سماج جس میں مسرتیں ہوں، خوش گواریاں ہوں، امن وامان ہو، عافیت ہو، خودغرضی کے بجائے ہمدردی محبت اورایثار ہو، ایک خواب نہیں حقیقت بن سکتا ہے، اگر اسلام کے اصولوں اوراس کی ہدایتوں کوسامنے رکھا جائے۔

ایکتا اور بھائی چارے کا گاندھیائی فلسفہ

رام چندر گھا

اس وقت ملک کی بڑی اور چھوٹی سیاسی پارٹیوں کے نیتا ووٹ کی تلاش میں پورے ملک کی خاک چھان رہے ہیں۔ٹھیک ایک سوسال پہلے، ۱۹۱۹ء کے موسم بہار میں ایک الگ قسم کا قائد ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کررہا تھا۔تب موہن داس کرم چند گاندھی کواپنے وطن واپس لوٹے چارسال ہو چکے تھے۔اس دوران وہ کسانوں کوساتھ لے کر ۱۹۱۷ء میں چمپارن اور ۱۹۱۸ء میں کیرا میں انگریز سرکار کے خلاف مظاہروں کا انعقاد کر چکے تھے؛ اسی دورانیے میں انہوں نے احمد آباد میں مل ورکرس کے ستیہ گرہ کی قیادت بھی کی۔اب وہ ’رولٹ ایکٹ‘ جیسے جابرانہ قانون کے خلاف ملک گیر سطح پر مہم چھیڑنے کے لیے پرتول رہے تھے۔اس قانون کے ذریعے سرکار اپنے مخالفین اور مخالفین سے تعبیر کیے جانے والوں کو بنا کسی عدالتی کارروائی، ثبوتوں کے مجرم ٹھہرا سکتی تھی۔ اس سے صحافیوں اور عوام کو مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔۸؍فروری ۱۹۱۹ء کو گاندھی نے اپنے ایک ساتھی کو لکھا کہ رولٹ بلس ’نیک نیتی میں کھوٹ کا معاملہ ‘نہیں تھا بلکہ یہ ’ظلم وجبر کی سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا حصہ ‘تھا؛ اس لیے ’ایسا لگتا ہے کہ سول نافرمانی ہراس شخص کا فرض عین بن گئی ہے، جسے نجی اورعوامی آزادی پیاری ہے۔اسی دن انہوں نے اپنے ایک افریقی دوست کولکھا: ’’رولٹ بلس نے مجھے بے حد فعال کر دیا۔لگتا ہے میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی جنگ لڑلوں گا۔‘‘فروری ۱۹۱۹ء کے آخری ہفتے میں گاندھی نے احمد آباد کے اپنے آشرم میں محبّ وطن افراد کی ایک میٹنگ بلائی۔اس میں ایک ’’ستیہ گرہ عرضداشت‘‘ تیار کی گئی، جس پر دستخط کرنے والوں نے عہد کیا کہ رولٹ بلس واپس نہ لیے جانے تک وہ کورٹ اریسٹ میں رہیں گے۔اسی بیچ گاندھی نے وائسرائے لارڈ چیمس فورڈ کو بھی یہ متنازعہ بلس واپس لینے کے لیے لکھا۔اس لیے کہ آخرزیادہ ترآمرانہ حکومتوں کو بھی طاقت محکوم لوگوں سے ہی ملتی ہے۔وائسرائے نے بل واپس لینے سے انکار کردیا، تب گاندھی نے ستیہ گرہ عرضداشت لے کر پورے ملک کا دورہ کیا اورلوگوں سے اس پر دستخط کرائے اور مدد مانگی۔وہ لکھنؤ، الہ آباد، بامبے ومدراس کے ساتھ ہی کئی چھوٹے شہروں میں بھی گئے۔اس ساری تگ ودو کے ذریعے وہ ۶؍اپریل ۱۹۱۹ء کوہونے والے ملک گیر مظاہرے کے لیے اپنے پیروکاروں کا ایک بڑا طبقہ تیار کررہے تھے۔ہندوستانی قوم پرستی کے مؤرخین اورمہاتما گاندھی کے سوانح نگاروں کے لیے رولٹ ستیہ گرہ کا مطالعہ کافی دلچسپی کے سامان رکھتا ہے۔اس بابت مطالعہ کرنے کے شوقین رویندر کمار کی مرتب کردہ کتاب ایسے ان گاندھین پولیٹکس دیکھ سکتے ہیں جس میں ہندوستان کے مختلف حصوں کے واقعات جمع کردیے گئے ہیں۔رولٹ ستیہ گرہ کے دوران ہندوستانیوں نے اپنے مذہبی عقائد، مسالک وطبقات کے تفرقوں کوکس طرح ایک طرف رکھ دیا تھا، اسے واضح کرنے کے لیے راقم نے اخبار کی رپورٹس پیش کی ہیں۔اب میں اس بابت تحریک کے قائد کی چند باتیں پیش کرتا ہوں۔اس تحریک کے دوران گاندھی نے ہندوستانی باشندوں سے کہا، وہ قسم کھائیں کہ خدا کو حاضروناظر جان کر ہم ہندو ومسلمان یہ عہد کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی والدین کی اولاد کی طرح پیش آئیں گے، یہ کہ ہمارے بیچ کوئی فرق نہیں ہے، یہ کہ کسی ایک کا دکھ درد سب کا دکھ درد ہوگا اوراسے دور کرنے میں سب مدد کریں گے۔ہم ایک دوسرے کے مذاہب اور مذہبی جذبات کا احترام کریں گے اور مذہبی عوامل پورا کرنے میں کسی کی مخالفت نہیں کریں گے۔ہم مذہب کے نام پر ایک دوسرے کے ساتھ تشدد کرنے سے سدادور رہیں گے۔

آپسی ایکتا کا ایسا جذبہ جورولٹ ستیہ گرہ میں جاری وساری تھا، گاندھی کے ذریعے چلائی گئی بعد کی تحریکات میں کم دکھائی دیا۔اب رولٹ کے سوسال بعد ہمیں اپنے لیڈران پراس ماحول کودوبارہ بنانے کے لیے دباؤ ڈالنا چاہیے۔اگر سیاستداں اپریل ۱۹۱۹ء میں گاندھی کے ذریعے اٹھائی گئی قسم کودوبارہ اٹھانے کی کوئی مہم چلاتے ہیں تو ہندوستان یقیناً ایک بہت محفوظ ومسرور ملک ہوگا۔

اعلان مفقود الخبری

●معاملہ نمبر۱۱؍۲۰۲۳؍۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ مظفر پور) فاطمہ زہرا بنت شکیل مصطفیٰ مقام بینی آباد ڈاکخانہ بینی آباد ضلع مظفر پور۔ فریق اول۔ بنام۔ سید محمد منہاج الدین ولد سراج الدین مقام رحمت نگر عظیم ہوسپٹل ڈاکخانہ رام گڑھ ضلع فیروزآباد۔فریق دوم۔اطلاع بنام فریق دوم۔معاملہ ہذا میں فریق اول فاطمہ زہرا بنت شکیل مصطفیٰ نے آپ فریق دوم سید محمد منہاج الدین ولد سراج الدین کے خلاف ۲؍سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق سے محروم رکھنے کی بناء پر دارالقضاء مظفر پور میں فسخ نکاح کا دعویٰ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کوآگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کودیں اورمورخہ ۲۹؍شعبان ۴۰ھ مطابق ۵؍مئی ۲۰۱۹ء روز اتوار بوقت ۹؍بجے دن خودمع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ حاضر ہوکررفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت

●معاملہ نمبر۱۸؍۲۵۰؍۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ کلداس پور کٹیہار)

نرالی خاتون بنت محمد تجمل الحق مقام بہادر پور، بھیلا گنج ضلع کٹیہار۔فریق اول۔ بنام محمد حسیب الرحمٰن ولد بشوا مقام سہی گاؤں ڈاکخانہ گانجن ضلع کٹیہار۔فریق دوم۔

اطلاع بنام فریق دوم۔معاملہ ہذا میں فریق اول نرالی خاتون بنت محمد تجمل الحق نے آپ فریق دوم محمد حسیب الرحمٰن ولد بشوا کے خلاف دارالقضاء کلداس پور کٹیہار میں عرصہ ۲؍سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور جملہ حقوق سے محروم رکھنے کی بنا پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے۔لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں تاریخ سماعت ۲۸؍شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۴؍مئی ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ کوآپ خودمع گواہان وثبوت بوقت ۹؍بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

●معاملہ نمبر۲۰؍۳۹۰؍۴۰ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ ڈہری اون سون رہتاس) نجمہ خاتون بنت غلام رسول انصاری مقام بشن پور ڈاکخانہ بارہ ڈیہہ ضلع رہتاس۔فریق اول۔ بنام۔ عالمگیر انصاری ولد عبدالعزیز انصاری مقام موسی بنی بلاک، ڈاکخانہ موسی بنی ضلع پوربی سنگھ بھوم۔فریق دوم۔اطلاع بنام فریق دوم۔معاملہ ہذا میں فریق اول نے دارالقضاء ڈہری اون سون رہتاس میں آپ کے خلاف عرصہ ۴؍سال سے غائب ولا پتہ ہونے اورنان ونفقہ اور دیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، اس لئے اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کو کردیں۔اور مورخہ ۲۹؍شعبان ۱۴۴۰ھ مطابق ۵؍مئی ۲۰۱۹ء روز اتوار کوآپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹؍بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہیں ہونے یا کوئی پیروی نہیں کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔تاریخ مذکور پر اپنی حاضر کولازمی سمجھیں۔فقط۔قاضی شریعت

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

صبر اور تقوی والی قوم اللہ کی نصرت سے سرفراز ہوتی ہے

موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ مختلف کے حالات ومشکلات سے دوچار ہیں،منصوبہ بند طریقہ پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دہشت اور نفرت کا ماحول پیدا کیا جارہا ہے،دین وایمان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں،لیکن ہم مسلمانوں کو یہ جاننا چاہئے کہ یہ حالات ایمان والوں کے لئے نئے نہیں ہے،ماضی میں اس سے مشکل ترین حالات آئے اور گذر گئے،انشاء اللہ موجودہ مشکلات بھی ختم ہوں گی،لیکن شرط یہ ہے کہ جن ہتھیاروں سے ملت نے ماضی میں حالات کا مقابلہ کیا،ہمیں بھی اسے اختیار کرنا چاہئے،صبر اور تقوی یہ دو ایسے طاقتور ہتھیار ہیں جن سے حالات کو بھی قابو میں کیا جاسکتا ہے،اور اللہ کی نصرت بھی حاصل ہوتی ہے،صبر کا مفہوم بزدلی نہیں بلکہ حالات اور مواقع کے اعتبار سے برداشت کی صفت پیدا کرنا اور حکمت ودانائی سے مشکلات کے حل کی راہ کو تلاش کرنا ہے،اپنے عقیدہ وایمان اور مذہبی اصول قائم رہنا ہے،اور تقوی کا مفہوم زندگی کو گناہ سے پاک رکھنا ہے،گناہوں کے ساتھ کوئی فرد یا قوم خدا کی نصرت ورحمت کے حقدار نہیں بن سکتی،اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے یہ نسخہ کیمیا بتایا کہ میرا جو بندہ مشکلات میں صبر کرے گا اور اپنے دامن کو گناہوں سے پاک رکھے گا وہ میری نصرت سے سرفراز ہوگا،ضرورت ہے کہ ہر مسلمان انفرادی واجتماعی سطح پر اس نسخہ کیمیا کو اپنائے،یقیناً اللہ ان دونوں صفات کے نتیجہ میں نیا انقلاب پیدا فرمائیں گے۔امارت شرعیہ کا دعوتی وفد ضلع دھنباد میں ۲۸/مارچ سے دعوتی دورہ پر ہے،اور مسلم آبادیوں کا دورہ کرکے اصلاحی پیغامات اور آج کے حالات میں ایک باضمیر اور باوقار قوم کی حیثیت سے زندگی گذارنے کی فکر کو عام کرنے کے لئے ضلع دھنباد جھارکھنڈ کے دورہ پر ہے،یہ باتیں امارت شرعیہ کے نائب ناظم اور قائد وفد مولانا مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے مورخہ ۳/اپریل کو عبدالجبار جامع مسجد میں ایک مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے کہی،اس سے قبل دس بجے دن میں ٹکیا پارہ دھنباد میں اجلاس عام کا انعقاد ہوا،جس میں شہر کے علماء،ائمہ اور عمائدین شہر نے شرکت کی،اس موقع پر امارت شرعیہ کی تاریخ ،اس کی خدمات اور موجودہ امیر شریعت کی سرپرستی میں امارت شرعیہ کے پھیلتے شعبوں کا تعارف کرایا گیا،اور مذہب اسلام نے انسانی بنیاد پر محبت ورواداری کا جو سبق سکھایا ہے،اس سے واقف کرایا گیا،مفتی انور قاسمی قاضی شریعت رانچی نے تعلیم کی ضرورت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ تعلیم قرآن کا پہلا ایجنڈا ہے،اور ہماری ترقی اسی ایجنڈے پر عمل میں پوشیدہ ہے،مفتی شاہد قاسمی قاضی شریعت دھنباد نے جھارکھنڈ اور ضلع دھنباد میں امارت شرعیہ کے کاموں کا تعارف کرایا،اور رانچی اور گریڈیہہ میں امارت شرعیہ کی طرف سے کھلنے والے دو سی بی ایس سی اسکول کو جھارکھنڈ کے مسلمانوں کے لئے بڑا تحفہ قرار دیا،حافظ شہاب الدین صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دئے،اجلاس کا اثر حاضرین پر کھلے طور سے محسوس کیا گیا،مولانا ادریس قاسمی،مولانا شمیم مظاہری وغیرہ اجلاس میں خاص طور سے شریک رہے۔

ریزلٹ ڈے کے موقع پر قاضی نورالحسن میموریل اسکول کے سالانہ پروگرام کا انعقاد

مورخہ ۳۱/مارچ ۲۰۱۹ء روز اتوار کو ریزلٹ ڈے کے موقع پر امارت شرعیہ کے قائم کردہ قاضی نورالحسن میموریل اسکول محلّہ ملکیانہ پھلواری شریف میں اسکول کے سالانہ پروگرام کا انعقاد حضرت مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی صاحب کی صدارت میں ہوا۔مہمان خصوصی کی حیثیت سے مولانا مفتی وصی احمد قاسمی نائب قاضی امارت شرعیہ نے شرکت کی،ان کے علاوہ اسکول کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی،پرنسپل جناب راشد نجمی کے ساتھ ساتھ اسکول کے تمام اساتذہ ومعلمات اور طلبہ وطالبات نے شرکت کی،بہت سے طلبہ کے والدین اور سرپرستوں نے بھی اس سالانہ پروگرام میں شرکت کی۔اس پروگرام میں اپنے صدارتی خطاب کے دوران مولانا حکیم محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ امارت شرعیہ کا مقصد ہے کہ اسکول کے اندر معیاری عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم اور اسلامی اخلاق بھی سکھائے جائیں اسی غرض سے امارت شرعیہ نے اسکولوں کو قائم کیا ہے،قاضی نورالحسن میموریل اسکول کئی سالوں سے امارت شرعیہ کے اس مقصد کی تکمیل کررہا ہے اور اسلامی ماحول میں دینی تعلیم کے ساتھ بچوں اور بچیوں کو معیاری عصری تعلیم فراہم کررہا ہے۔ہمارے اسکول کا امتیاز یہ ہے کہ یہاں تعلیم کے ساتھ تربیت پر زور دیا جاتا ہے،تاکہ ہمارے بچے جب اسکول سے باہر جائیں تو لوگ ان کی تہذیب اور طور طریقہ کو دیکھ کر متاثر ہوں۔انہوں نے پروگرام میں شریک لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ صرف اپنے بچوں کی تعلیم کی ہی فکر نہ کریں بلکہ سماج کے سبھی بچوں کی تعلیم کی فکر کریں تبھی ہمارا سماج ایک تعلیم یافتہ،ترقی یافتہ اور مہذب سماج بن سکے گا۔مہمان خصوصی مولانا وصی احمد قاسمی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ جس زندگی کی رفتار برقرار رہنے کے لیے ہوا اور پانی کی ضرورت ہے،اسی طرح ایک اچھے شہری بننے کے لیے اور سماج میں باوقار زندگی گذارنے کے لیے تعلیم کی ضرورت ہے،تعلیم کے بغیر انسان ایک زندہ لاش کی طرح ہے۔انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بچوں اور بچیوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلائیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بات کی فکر کریں کہ وہ مسلمان بن کر زندگی گذاریں،انہیں حلال وحرام کا علم ہو،جائز ناجائز کی واقفیت ہو،ان کے اندر اللہ اور رسول کی پہچان ہو،اسلام کی بنیادی باتوں کا علم ہو،عقیدہ،عبادت اور معاشرت کی موٹی موٹی باتیں ان کو پتہ ہوں،اللہ اور اس کے رسول کا کیا حق ہے،والدین کا کیا حق ہے،پڑوسیوں،رشتہ داروں اور عام انسانوں کے کیا حقوق ہیں ان سب باتوں کی تعلیم بھی اپنے بچوں کو دیں تاکہ ہمارے بچے برے کاموں سے بے حیائی سے اور اللہ کی نافرمانی سے بچ سکیں اور اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گذار سکیں۔اسکول کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا اور اسکول کی پیش رفت سے مجمع کو واقف کرایا۔اس موقع پر اسکول کے طلبہ وطالبات نے بھی تقریر اور نعت وغیرہ پیش کیا اور کامیاب طلبہ وطالبات کو ریزلٹ اور انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔پروگرام کا آغاز اسکول کی طالبہ گلناز پروین کی تلاوت کلام پاک سے ہوا آخر میں صدر صاحب کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

نوجوان ملت کی تقدیر ہیں وہ اپنی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس پیدا کریں

ہمارے نوجوان ملک وملت کی تقدیر ہیں،ان کے اندر جس قدر صلاحیت وصالحیت پیدا ہوگی اور ذمہ داری کا احساس بیدار ہوگا اسی اعتبار سے ملت میں انقلاب آئے گا،اس وقت ہمارے نوجوانوں میں دینی شعور کی کمی اور تہذیبی شناخت سے دوری بہت تیزی سے عام ہورہی ہے،جو نہ صرف قابل افسوس بلکہ باعث تشویش بھی ہے،ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان اپنے ماضی سے سبق لیں،اپنی اہمیت کو سمجھیں،اپنے کو ایمان واخلاق کا نمونہ بنائیں،اپنی تہذیبی شناخت کو زندگی میں داخل کریں اور معاشرہ کی تعمیر وترقی کے لئے حوصلہ مندانہ طور پر آگے آئیں،ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم وقائد وفد مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب نے ا/اپریل کو پانڈرہ ضلع دھنباد میں ایک بڑے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے کیا،انہوں نے مختلف معاشرتی خرابیوں جیسے تلک جہیز،شراب نوشی ،جوا بازی،سود خوری اور بے پردگی کے نقصانات پر روشنی ڈالی،اور حاضرین سے گناہوں سے پاک زندگی گذارنے کا عہد لیا،قاضی شریعت رانچی مولانا مفتی انور قاسمی صاحب نے علماء کے مقام اور علم دین کی اہمیت پر گفتگو کی،اور کہا کہ جس قوم کا رشتہ اپنی تاریخ،اپنے علماء اور دانشور سے کٹ جاتا ہے وہ قوم کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اپنے وجود کو کھودیتی ہے۔جناب مولانا عبدالحئی قاسمی صاحب استاذ دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پیدا ہونے والے حالات کو ایک وقتی امتحان قرار دیتے ہوئے صبر سے کام لینے،مشکلات کے ڈور کو حکمت کے ساتھ سلجھانے اور خدائے پاک کی طرف رجوع ہونے کی تلقین کی اور کہا کہ خدا کا انعام امتحان کے بعد ہی میسر آتا ہے،جناب حافظ شہاب الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کی خدمات اور وفد کی آمد کے مقاصد پر روشنی ڈالی،اور موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی مدظلہ کے سایہ میں امارت شرعیہ کے پھیلتے کاموں اور منصوبوں کو شمار کرایا،نیز امارت شرعیہ کے بیت المال کے استحکام کی ضرورت پر زور دیا،اجلاس میں علاقہ کے علماء وائمہ اور عوام وخواص کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔یہ اجلاس وفد امارت شرعیہ کے استقبال میں منعقد ہوا،امارت شرعیہ کا وفد ۲۸/مارچ سے ضلع دھنباد کے دورہ پر ہے،یہ دورہ ۴/اپریل تک جاری رہے گا۔

مونگیر: گلاپور میں مولانا احمد ولی فیصل رحمانی کے ہاتھوں مسجد کا سنگ بنیاد

مونگیر کے گلاپور میں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر وہاں کے باحوصلہ مسلمانوں نے پرانی مسجد کو شہید کرکے وسعت کے ساتھ نئی مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا ہے،محترم مولانا احمد ولی فیصل صاحب رحمانی ولی عہد مفکر اسلام،امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے جمعہ کے بعد نئی مسجد کی تعمیر وتوسیع کا سنگ بنیاد رکھا،اس موقعہ پر انہوں نے فرزندان توحید سے خطاب بھی کیا،انہوں نے اپنی مختصر مگر اہم تقریر میں کہا کہ مسجد کو بنیادی طور پر تین کاموں کے لیے استعمال کرنا چاہئے (۱) نماز کے لیے (۲) تعلیم کے لیے (۳) نکاح کے لیے،انہوں نے کہا کہ مدھیہ پردیش میں مسلمانوں نے ولیمہ کا اہتمام مسجد میں شروع کرکے اس کی شاندار مثال قائم کی ہے،انہوں نے کہا کہ ولیمہ کے اہتمام سے لامحالہ نکاح کا بھی اہتمام مسجد میں ہوگا اور اس سے ڈھیر سارے خرافات وغیر ضروری رسوم ورواج سے بچنے میں مدد ملے گی،پھر نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آسان ہوجائے گا،انہوں نے تمام لوگوں سے مسجد میں مذکورہ تینوں کاموں کے کرنے کا وعدہ لیا،بچوں کو مسجد میں دیکھ کر انہوں نے کہا کہ بچے مسجد کو اپنا گھر سمجھیں،اپنے دل میں مسجد کی محبت پیدا کریں،اس کے لیے بچوں کو اس کا موقعہ فراہم کرنا چاہئے،اور انہیں مسجد سے ہرگز نہ بھگانا چاہئے،سنگ بنیاد کی یہ مختصر تقریب محترم مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی پرسوز دعاء پر اختتام پذیر ہوئی۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے،تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں،اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں،موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں،رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Volume:57/67,Issue:14 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

حساب پوچھیں گے دردِ دل کا اور آنسوؤں کا شمار ہوگا
اسی پہ شاید سزا جزا کا تمام تر انحصار ہوگا
(عبدالاحد ساز)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

عام انتخابات اور عوامی مسائل

صبیح احمد

پارلیمانی جمہوریت میں انتخابی جنگ کے لیے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ ابھی تک واضح طور پر ابھر کر سامنے نہیں آئی ہے اور وہ ہے ایشوز، ابھی تک انتخابی منظر نامہ میں نان ایشوز کا ہی بول بولا نظر آرہا ہے، کن ایشوز پر اس بار کی انتخابی جنگ لڑی جائے گی، اس کا تعین نہیں ہوسکا ہے، نہ برسر اقتدار پارٹی یا اتحاد کوئی ایشو طے کر پایا ہے اور نہ ہی حزب اختلاف کوئی ایشو اٹھا سکی ہے، جس کے بل پر وہ گزشتہ 5 برسوں سے اقتدار کا مزہ لوٹنے والوں کو مضبوطی کے ساتھ گھیر سکے۔ جیسا کہ عموما ہوتا ہے برسر اقتدار پارٹی کی جانب سے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے کہ جو اصل ایشو ہیں، وہ ابھر نہ سکیں اور نان ایشوز میں اپوزیشن کو الجھا رکھا جائے، وزیر اعظم مودی نے ایک بار پھر ایک بہت ہی فرسودہ اور گھسا پیٹا موضوع اٹھانے کی کوشش شروع کردی ہیں، وہ موضوع ہے ''ونش واد'' یا ''کنبہ پروری'' کا؛ یعنی پھر نہرو گاندھی فیملی میں پیدا ہونے کو راہل گاندھی کا بہت بڑا جرم ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اسے ایک ایسا جرم بنا کر پیش کیا جارہا ہے، جس کی وجہ سے وہ ہندوستان کے اعلیٰ عہدے پر بیٹھنے کے اہل ہی نہیں ہیں، ایسا لگ رہا ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو یہ اب تک معلوم ہی نہیں تھا کہ راہل گاندھی کا تعلق نہرو فیملی سے ہے؛ اس لیے وزیر اعظم یہ انکشاف کرکے ووٹروں کو چونکا دینے کی کوشش کررہے ہیں، مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے، الیکشن کے اصل ایشوز اور عوامی مسائل پر پردہ ڈال دیا جائے؛ تاکہ عام آدمی کوئی سوال ہی نہ کرسکے۔

برسر اقتدار پارٹی یا اتحاد یا وزیر اعظم جو کہہ یا کررہے ہیں، وہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، وہ کیوں چاہیں گے کہ لوگ ان سے ایسے سوال کریں جن کا ان کے پاس کوئی جواب ہی نہ ہو، یہ کام تو حزب اختلاف یا اپوزیشن پارٹیوں کا ہے کہ عوامی مسائل اور ایسے ایشوز کو لے کر سرکار کو کٹہرے میں کھڑا کرے جن سے عام لوگ راست طور پر متاثر ہوتے ہیں، جمہوری نظام میں ایشوز کا تعین کرنے کی ذمہ داری اپوزیشن کی ہوتی ہے، ایسا موقع ہرگز نہیں دیا جانا چاہیے کہ اقتدار میں بیٹھے لوگ اپنے مطابق انتخابی ایشوز کا تعین کریں، یہ جمہوریت کے اصولوں کے بالکل منافی ہے، ایسا نہیں ہے کہ ایشوز نہیں ہیں، بہت ایشوز ہیں، جو سیدھے عام آدمی سے جڑے ہیں، انہیں انتخابی منظر نامہ پر بھرپور طریقے سے ابھارنے کی ضرورت ہے، نوٹ بندی، منریگا، ایس سی/ایس ٹی ایکٹ، جی ایس ٹی، آدھار اور سب سے بڑا ایشو کرپشن کا ہے، مودی حکومت کی پبلسٹی مشین حالانکہ نوٹ بندی اور جی ایس ٹی کے فوائد دکھانے میں کچھ حد تک کامیاب رہی؛ لیکن یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان فیصلوں کے سبب اقتصادی نمو میں ہونے والی گراوٹ، تاجروں، چھوٹے کاروباروں اور کسانوں کو بڑے پیمانے پر ہونے والے نقصانات پورے ملک کو جھیلنا پڑ رہے ہیں، دعویٰ جو بھی ہو؛ لیکن مئی ۲۰۱۷ء اور مئی ۲۰۱۸ء کے درمیان ہونے والے سی ایس ڈی ایس کے سروے کے مطابق تاجروں کے درمیان این ڈی اے کی مقبولیت ۵۰/فیصد سے گھٹ کر ۴۰/فیصد ہوگئی اور کسانوں میں ۴۹/فیصد سے گھٹ کر ۳۷/فیصد تک پہنچ گئی، ابھی کچھ دنوں قبل کسانوں کے مظاہروں کے دوران پولس زیادتیوں سے صورت حال مزید ابتر ہوگئی ہے۔

ایک اور اہم ایشو ہے جس پر کسی کی توجہ نہیں ہے، یہ ایشو سیدھے طور پر ملک کے کسانوں، مزدوروں اور خاص طور پر دیہی غریب طبقوں سے جڑا ہوا ہے اور یہ منریگا کا ایشو ہے، منریگا سابقہ یو پی اے حکومت کی ایک ایسی تاریخی اسکیم ہے، جس سے ملک کے کروڑوں لوگوں کو روزگار اور روزی روٹی کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اگر صحیح طریقے سے اسے عملی جامہ پہنایا جائے تو ملک میں انقلابی ترقی ہوسکتی ہے، گزشتہ 5 برسوں میں یہ اسکیم مکمل عدم توجہی کا شکار رہی ہے، اس پر تہری مار پڑی ہے، مرکزی حکومت کی جانب سے غیر متناسب فنڈ کا اجرا اور ریاستی حکومتوں کے ذریعہ طے کردہ کم از کم شرح اجرت سے بھی کم شرح اجرت کا تعین اور اجرت کی ادائیگی میں غیر معمولی تاخیر، گزشتہ سال اپریل میں سپریم کورٹ کے ذریعہ ایس سی/ایس ٹی ایکٹ کی شق کو ہلکا کیے جانے کے بعد مودی حکومت کے لیے ایک مصیبت کھڑی ہوگئی تھی، مودی حکومت کی تمام یقین دہانیوں کے باوجود دلتوں کے اندیشوں اور ناراضگی کا ازالہ نہیں ہوسکا ہے، اس کے علاوہ گجرات کے اونا، مہاراشٹر میں بھیما کورے گاؤں تنازع، گزشتہ سال اپریل میں مدھیہ پردیش کے گوالیار ریجن میں تشدد اور یوپی میں ریاستی انتخابات کے بعد دلتوں کے ساتھ ہونے والا ناروا سلوک نے ان کی بے اطمینانی میں گھی کا کام کیا ہے۔

آدھار کا ایشو بھی کم اہمیت کا حامل نہیں ہے، اس کے ساتھ اصل مسئلہ صرف ڈیٹا کی لیکیج ہی نہیں ہے، جس سے حکومت انکار کررہی ہے، یا اس معاملہ کو دبانے کی کوشش کررہی ہے، عام لوگوں کو اس مسئلہ سے کوئی سروکار بھی نہیں ہے، آدھار کو جلد بازی میں جس طریقے سے نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، اس سے اس میں بہت ساری خامیاں پیدا ہوگئیں، جس کے نتیجے میں عوام کو بہت سارے سرکاری فوائد اور خدمات سے محروم رہنا پڑا، بہت بڑی تعداد میں غریب اور بے سہارا لوگوں کو سبسڈی والی غذا اور ایندھن، پنشن، معذوروں کو ملنے والی سہولتیں، منریگا کے تحت روزگار کے مواقع اور اجرت کی ادائیگی، اسکولوں میں داخلہ، مفت مڈڈے میل، زچگی سے متعلق سہولتیں اور اہم دواؤں وغیرہ جیسی سہولتوں سے ہاتھ دھونا پڑا، یہ تمام لوگ ایک بہت بڑی طاقت کے مالک ہیں اور وہ طاقت ان کا ووٹ ہے، ان لوگوں کو اپنی طاقت کا احساس دلانے کا اس سے اچھا اور کون سا موقع ہوسکتا ہے؟

سب سے اہم ایشو کرپشن کا ہے، سماجی ماہرین کے مطابق ۱۹۷۴ء کی ایمرجنسی مخالف تحریک دراصل بدعنوانی مخالف تحریک ہی تھی جو بہار اور گجرات جیسی ریاستوں میں شروع ہوئی تھی، گجرات میں یہ شہری متوسط طبقہ کی تحریک تھی، جبکہ بہار میں یہ ابتدائی طور پر بدعنوانی مخالف تحریک تھی، جو بعد میں انقلاب یا مکمل تبدیلی کی تحریک میں تبدیل ہوگئی، اس کے دو دہائی بعد بوفورس اسکینڈل اور ایک بڑی ڈیفنس ڈیل میں بدعنوانی کے الزامات نے ۱۹۸۹ء کے عام انتخابات میں راجیو گاندھی کے زیر قیادت کانگریس حکومت کی سیاسی قسمت کا تالا لگادیا، ایک بار پھر دو دہائی بعد یو پی اے حکومت کے خلاف ٹو جی اسپیکٹرم اور کوئلہ کی کانوں کی الاٹمنٹ میں بدعنوانی کے الزامات نے پارلیمنٹ میں ہنگامہ برپا کردیا اور بالآخر منموہن سنگھ حکومت کو باہر کا راستہ دیکھنا پڑا، یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وزیر اعظم مودی بھی عوام کے بدعنوانی مخالف جذبات کی اونچی لہروں پر سوار ہوکر ہی اقتدار کی کرسی تک پہونچے تھے، دیگر وعدوں اور اعلانات کے علاوہ ان کا نعرہ تھا کہ نہ کھاؤں گا، نہ کھانے دوں گا، یہ نعرہ ووٹروں کے ساتھ ان کا سیدھا رابطہ ثابت ہوا، آج کٹہرے میں کھڑے کرکے یہ سوال پوچھنے کا وقت آگیا ہے کہ وزیر اعظم مودی اس نعرہ پر کتنے کھرے اترتے ہیں۔